حقیقت شرک

از

مولانا امین احسن اصلاحی

دائرۂ حمیدیہ، قرولباغ دہلی

بار دوم ۲ قیمت ۸ؔ

بار اول جون ۱۹۴۳ء
بار دوم جون ۱۹۴۶ء

فہرست مضامین

فصل	صفحہ

بسم اللہ وحدہٗ
دیباچہ

اسلام کی اساس کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یہ رسالہ لا الٰہ کی شرح ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس میں بتایا گیا ہے کہ توحید کیا شے ہے، شرک کی حقیقت اس کی قسمیں اس کے مفاسد اور انسانی فطرت سے اس کی بے ربطی اس رسالہ سے واضح ہو جائے گی۔ توحید کے دلائل تفصیل کے ساتھ دوسرے رسالہ میں بیان ہوئے ہیں جس کا نام حقیقت توحید ہے اور وہ گویا الا اللہ کی شرح ہے۔ اس سلسلہ کا تیسرا رسالہ حقیقت رسالت ہوگا جس میں رسالت عمومی توحید سے اس کے ربط آنحضرت صلعم کی رسالت اور اس کے دلائل وخصائص پر خالص قرآن کی روشنی میں بحث ہوگی ان شاء اللہ

اس رسالہ کی تالیف اہل علم کے عام طریقہ کے مطابق نہیں ہوئی ہے کہ ایک عنوان سامنے آ گیا اور بادنیٰ مناسبت اس سے متعلق آیات قرآنی لکھ ڈالی گئی ہوں اور کچھ مواد دوسری کتابوں سے اکٹھا کر کے منتشر معلومات کو جمع کر دیا گیا ہو عام درسی مسائل بھی اس طرح کی بحث سے مفید نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ ایسے

مسئلہ ہے جس کا تعلق اسلام کے مبادی عقیدہ سے ہے اس رسالہ میں جو خیالات ظاہر
کئے گئے ہیں تدبر قرآن کے سلسلہ میں میں نے ان کو بار بار جانچا پرکھا ہے۔ ان
کے ضعف و قوت کا امتحان کیا ہے اور برسوں کی تنقید و تنقیح کے بعد اس قصد سے
ان کو ملتوی رکھا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی تفسیر قرآن میں یہ اپنے اپنے
مواقع میں بیان ہوں گے۔ ان ہی معلومات کا کچھ حصہ اس رسالہ میں ایک مناسب
ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ تاہم مجھے اس بات کا دعویٰ نہیں ہے کہ میں نے
جو کچھ لکھا ہے سب ٹھیک ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مجھ سے بعض جگہ غلطی ہوئی ہو
پس جو اصحاب علم کسی غلطی پر مجھے متنبہ فرمائیں گے میں نہایت مسرت اور کشادہ
دلی کے ساتھ ان کی تنبیہات کا خیر مقدم کروں گا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
امیر جماعت اسلامی اور مخدوم مولانا اختر احسن صاحب اصلاحی ناظم دائرہ حمیدیہ
نے اس رسالہ کو دیکھا ہے۔ ان دونوں صاحبوں نے بعض مفید مشورے دئے جو
قبول کر لئے گئے۔ اللہ تعالیٰ اس اعانت خیر کے لئے ان حضرات کو جزائے
خیر عطا فرمائے۔

کتاب کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے شرک کی تعریف و اس کی اصولی قسمیں
بیان ہوئی ہیں۔ اس کے بعد علی الترتیب مشرکین، اہل کتاب، اور متصوفین نے اندر
داخل ہونے جن اقسام شرک کی نشاندہی کی ہے ان کی وضاحت کی گئی ہے تاکہ
لا الٰہ کی نفی کی پوری حقیقت ایک موزوں تدریج کے ساتھ لوگوں کے سامنے
آجائے۔ اس کے بعد ان فصلوں کا خلاصہ یکجا کر دیا گیا ہے کہ ایک نظر میں شرک کے
سارے مطالب سامنے آجائیں۔ پھر دو علیحدہ علیحدہ فصلوں میں موجودہ دنیا

اور مسلمانوں کے موجودہ حالات کا جائزہ لیا ہے تاکہ یہ غلط فہمی رفع ہو جائے کہ اب
شرک دنیا سے ناپید ہو چکا ہے۔ اس کے بعد وقت کا اصلی فرض بتایا ہے اور وقت
کے خاص حالات کی وجہ سے جو بعض سوالات پیدا ہوتے ہیں ان کے جواب دینے
کی کوشش کی ہے کتاب کے پچھلے مباحث کو پڑھتا ہوا جو شخص اس فصل تک
پہنچے گا اس کے ذہن میں جو اہم شبہات پیدا ہو سکتے ہیں ان کے ازالہ کا حتی الامکان
میں نے سامان کر دیا ہے لیکن بعض جزئی شبہات اور بھی پیدا ہو سکتے ہیں جن سے
میں نے اغماض کیا ہے۔ بیک بیست وارثی جو ان کا جواب معلوم کر لیں گے اس کتاب
کو مطالعہ کرتے وقت اس امر کو ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ میں نے اس میں نظام اسلام
کے حقیقی نظام کو رکھا ہے اس کی بگڑی ہوئی صورت جو خلافت راشدہ کے انقراض کے
بعد پیدا ہوئی اور جو صرف جوار کی ایک شکل ہے میرے پیش نظر نہیں ہے اس کے بعد
دو فصلیں "کیا شرک بجائے خود مطلوب ہے؟" اور "شرک کا اصلی سبب" کے عنوانوں سے
آئیں گی ان میں علمائے اسلام کے بعض گروہ کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے اسے رنگ کے مطابق
شرک کی حمایت میں علمی دلائل فراہم کئے ہیں ان فصلوں میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شرک
انسانی فطرت سے بالکل بے جوڑ ہے دین فطرت صرف توحید ہے ان فصلوں
سے مقصود ایک طرف تو مسند دعوت کو ثبوت پہنچانا ہے کہ شرک اسلام
کے باوجود کھو دینے پر اُگا ہوا ایک درخت ہے جو توحید کی ایک ضرب کی بھی تاب نہیں
لاسکا، کلمہ خبیثہ کشجرۃ خبیثۃ ن اجتثت من فوق الارض مالہا
من قرار۔ دوسری طرف عام بنی نوع آدم پر یہ واضح کرنا ہے کہ صحیح دعوی صرف
قرآن کا ہے جو کہتا ہے کہ انسان کی فطرت صرف توحید ہے ان فصلوں کی اشاعت

محدود عمل و فطرت رہے تاکہ اس کی صحت عام ہو سکے
یہ رسالہ محض علمی بحث نہیں ہے بلکہ ایک عظیم مقصد کے لئے دعوت کے ساتھ
ساتھ وقف کے نظام اور وقف کی سوسائٹی کا مقصد بھی ہے علمی بحثیات کو بعض
خاموشی سے پڑھ لیتے ہیں بعض بحث کرتے ہیں بعض مہمل قرار دے کر بعض
یہ کہہ کر گزر جاتے ہیں کہ کوئی نئی چیز نہیں ہے" لیکن وقف کے نظام اور سوسائٹی کے
مقاصد کے آ وہ ہوتے ہیں اور بعض اوقات یہ ردگی غصہ و غضب کی شکل اختیار
کر لیتی ہے مجھے مقصد کے جرم کا اقرار ہے اور اس کے لئے معافی مانگ کر بھی چاہتا
ہوں لیکن سرخی سب ملک ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہوں کہ اگر میرے قلم سے حق
نکلا ہے تو اس کے لئے دلوں میں جگہ پیدا کرے اور اس کے اجر و ثواب میں ان
تمام دوستوں کو شریک کرے جو اس رسالہ کی تسوید کے محرک ہوئے اور اگر میرا قلم
کہیں چوکا ہے تو اس کے اثر کو محو فرمائے اور سب کو اس کے شر سے بچالے

امین احسن اصلاحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرک کی معصیت تمام معصیتوں میں ایسی سخت و شدید ہے کہ کوئی مسلمان
اس کی نسبت اپنی طرف گوارا نہیں کرتا عامی سے عامی مسلمان بھی ہر قسم کے الزامات
سہ لیتا ہے ہر قسم کی معصیتوں کی نسبت گوارا کر لیتا ہے ہر طرح کی آلودگیوں کا اعتراف
کر لیتا ہے لیکن اگر آپ اس کے کسی عقیدہ یا عمل میں کسی ادنی شائبہ شرک کی
بھی نشان دہی کیجئے تو تلملا جاتا ہے موجودہ زمانہ میں جو لوگ جدید علوم و افکار سے
متاثر ہیں ان کا ذہن فلسفی بھی بلا امتیاز مذہب و قوم شرک سے بیزاری ضرور رکھتا
ہے خواہ توحید کے لئے اس کے اندر کوئی محبت پیدا نہ ہو ان کا دعوی یہ ہے کہ
کہ اس زمانہ میں الحاد ہے یا توحید شرک جیسی وہم پرستی کے لئے علم و تحقیق کے اس
دور میں کوئی گنجائش نہیں ہے

ایک آدمی جس کے پاس قرآن و حدیث کا کچھ علم ہو جب شرک سے لوگوں
کی اس بیزاری و نفرت کو دیکھتا ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کے اعمال و عقائد اور ان
کے احوال و معاملات پر غور کرتا ہے تو اس زمانہ کا ولہ سخت حیرت سی چھا جاتی
ہے وہ اسے علم اور لوگوں کی شہادت میں بالکل تضاد پاتا ہے وہ اپنی آنکھوں سے

کے لیے وجہ صرف یہ ہے اس کے پیچھے کوئی صحیح علم موجود نہیں ہے وہ محض
ایک مفروضہ ہے جو ان کی مذہبی دیومالائی روایات کے تواتر پر قائم ہے وہ
خیال کرتے ہیں کہ ہم دنیا میں انتقال مرگ کی ایسی مثال یا تاریخ رکھتے ہیں کیسے
ہو سکتا ہے کہ اس باطل میں خود مبتلا ہو جائیں مسلمانوں کے سوا جو دوسری جماعتیں
توحید کی مدعی ہیں ان کے نزدیک شرک سے بیزاری اور توحید کی حمایت ایک علمی
تفاخر کے قسم کی چیز ہے کوپرنیکس نے قدیم خیال کے خلاف دعویٰ کیا کہ زمین
کی حرکت کا مرکز سورج ہے اور گیلیلیو نے دوربین ایجاد کر کے اس دعویٰ کو ثابت
ثابت کر دیا اسی طرح جدید تجربات و مشاہدات نے ان کے خیال میں شرک کی وہم
پرستیوں کو مٹا دیا ہے اب اس میں گرفتار ہونا علم و تحقیق کی شان کے خلاف ہے
رہی یہ بات کہ شرک ہے کیا؟ اس کی صورتیں اور قسمیں کیا کیا ہیں، ہماری علمی اخلاقی
اور سیاسی زندگی پر اس کے کیا کیا اثرات پڑتے ہیں؟ ان میں سے وہ ایک بات
سے بھی واقف نہیں ان کے نزدیک اس معاملہ کی اہمیت صرف اس قدر ہے کہ یہ
دماغی ایک علمی غلطی تھی علم انسانی کی ترقی نے جس کی اصلاح کر دی شرک کا ایک
بہت ہی تنگ مفہوم بت پرستی یا شجر پرستی وہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب
سحر کے اتنے اسرار منکشف ہو چکے ہیں کہ جب سے انسان زمین و آسمان اور زمان
و مکاں کے ماسٹر ہونے کا دعویٰ کر سکے تو دریاؤں پہاڑوں ستاروں اور سیاروں
کی بندگی کے کیا معنی!

یہ صورت حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حکیمانہ بات یاد دلاتی ہے ایک
مرتبہ آپ سے کسی شخص کی نیکی کی تعریف کی گئی؟ وہ بولے اس قدر نیک ہے کہ بدی کو نا

تک نہیں آنے دیتا۔ تب تو اس کے زد میں پڑ جانے کا بڑا احتمال ہے۔ ہمارے
نزدیک ٹھیک یہی حال ایمانی بیماری کا ہے۔ لوگ اس قدر بے خبر ہیں کہ ایمان کی سب
سے بڑی برائی سے جس کا نام شرک ہے اچھی طرح واقف ہی نہیں اور جو
شخص بیماری کو بیماری جانتا نہ ہو وہ اگر بیماری کو صحت خیال کرنے لگے تو کیا
تعجب پس وقت کی ایک نہایت اہم ضرورت ہے کہ اس بلیت کی جس کو قرآن
نے ظلم عظیم کہا ہے، توضیح کی جائے تاکہ توحید کی صحیح صورت اجاگر ہو اور حق و باطل
کے یہ دونوں سلسلے اس قدر نمایاں ہو جائیں کہ التباس کی گنجائش باقی نہ رہے
لیهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة

شرک کی حقیقت اور اُسکے اقسام

کسی شے کو صحیح طور اس کی صحیح تعریف کے بغیر خیال نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ
سے سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم شرک کی تعریف کریں اور اس کے بعد اس کے
اقسام و فروع پر بحث کریں

قرآن مجید اور احادیث رسولؐ میں جن چیزوں کو شرک قرار دیا گیا ہے ان کو
سامنے رکھ کر اگر شرک کی تعریف کی جائے تو یہ تعریف ہوگی ۔

خدا کی ذات یا اس کی صفات میں جن مفہوم میں وہ خدا کے لئے مستعمل ہیں
یا اس کے لوازم میں کسی کو ساجھی ٹھہرانا

اس تعریف کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے کسی قدر توضیح کی ضرورت ہے
خدا کی ذات میں شرک کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کو کسی سے یا کسی کو خدا سے

قرار دیا کسی کو اس کی ذات برادری سمجھا کسی کو اس کا باپ بنا کہا مثلاً عیسائیوں
کا یہ عقیدہ کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں یا خدا نے ان کو جنا ہے یا حضرت مریم خدا
کی ماں ہیں یا عربوں کا یہ عقیدہ کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں یہ ساری باتیں خدا
کے لم یلد ولم یولد اور واجب الوجود ہونے اور ان تمام صفات کمال کے منافی ہیں
جن کا ماننا عقل فطرت اور مذہب کی رو سے لازم ہے یہ شرک فی الذات ہے[ه]

صفات میں شریک کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ جو صفات کمال خدا کے لئے مخصوص
ہیں مثلاً خلق، تدبیر، قدرت، علم، حکمت وغیرہ ان میں کسی کو ساجھی قرار دیا لیکن اس
کے ساتھ یہ قید ہے کہ جس مفہوم میں وہ خدا کے لئے مستعمل ہیں کیونکہ یہی صفتیں
بسا اوقات ہم اپنے ہی جیسے انسانوں کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ
جب ہم ان کو خدا کے لئے بولتے ہیں تو ان کا مفہوم بالکل خاص ہوتا ہے جو اس
کی ہمہ دان ہمہ ذات کے مناسب ہوتا ہے اس مفہوم میں غیر خدا کے لئے ان کو
بولنا شرک فی الصفات ہے

لوازم میں شریک کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی صفات کمال سے جو باتیں لازم
آتی ہیں ان میں کسی کو شریک ٹھہرایا مثلاً خدا خالق ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ تمام
عالم میں امر و انتظام اسی کا ہو اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ[۵۲] جب تمام کائنات کی اس

لہ عقیدہ وحدۃ الوجود کی تقریر مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے اس کی بعض صورتیں بالکل ہی کے تحت
آتی ہیں الخصوص جس صورت میں وہ گیا اور ہند و فلسفہ میں ہے اس کے شرک فی الذات ہونے میں کوئی شبہ
نہیں ہے ۵۲ آگاہ اسی کے اختیار میں ہے خلق اور تدبیر

کا لفظ بطور علم اور صفت کے استعمال کیا ہے بعض جماعتوں کی طرف محض شرک کی
نسبت تو ضرور کی ہے لیکن مشرک یا مشرکین کا لفظ بطور علم یا صفت ان کے
لیے استعمال نہیں کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری جماعتیں توحید کو اساس و
بنا کی حیثیت سے تسلیم کرتی تھیں ان کے اور مسلمانوں کے درمیان یہ چیز بطور
ایک مسئلہ اور قدر مشترک کے تھی یہود اور نصاریٰ میں سے کوئی بھی توحید کا منکر نہیں
تھا اور منافقین تو اپنے بظاہری اعمال و اعتقادات میں گویا مسلمان ہی تھے
پس ان کے اندر جو شرک تھا وہ ان کے اقرار و اعلان کے بالکل خلاف تھا مشرکین
کا حال اس سے بالکل مختلف تھا وہ شرک کو بطور اساس کے تسلیم کرتے تھے خدا
کے اس کارخانہ میں ان کے شرکاء نہ صرف شریک بلکہ ناگزیر تھے اسی اہمیت کی
وجہ سے ہم نے سب سے پہلے مشرکین کو لیا ہے اور ذیل کے اندر قرآن نے
شرک کے جن اقسام کی نشاندہی کی ہے ان کو اجمال کے ساتھ بیان کرتے ہیں

۲- مشرکین کا شرک

اہل عرب کے متعلق سب سے پہلی بات یہ جاننی چاہیئے کہ ان میں کوئی
جماعت خدا کی منکر نہیں تھی جن لوگوں نے ان کے قول وما یھلکنا الا الدھر
(ہم کو تو بس گردش زمانہ فنا کرتی ہے) سے یہ استدلال کیا ہے کہ ان میں بعض جماعتیں
خدا کی منکر یا بہ اصطلاح جدید دہری (NATURALIST) تھیں ان کا خیال صحیح
نہیں ہے اصل یہ ہے کہ قوموں کے عروج و زوال کے لیے قرآن نے ایک خاص
میعاد قرار دیا تھا وہ عاد ثمود قوم لوط اہل مدین اور قوم فرعون کی تباہی کا سبب

کا مذہب ملا ہوا ہے۔ یہودیت و نصرانیت کے تمام دعووں کے باوجود عرب جاہلیت کے اسی مذہب کی پیرو ہیں،

اسی طرح اہل عرب خدا کی ساری صفات میں سے کسی صفت کے منکر نہیں تھے وہ زمین، آسمان، سورج اور چاند، اور ابر و ہوا کا خالق خدا ہی کو مانتے تھے زندگی بخشنے والا، روزی دینے والا اور موت دینے والا اسی کو کہتے تھے اپنی تمام قوتوں اور قابلیتوں کو اسی کا عطیہ جانتے تھے اس کائنات کا انتظام و انصرام اسی کے دست تصرف میں سمجھتے تھے لیکن ساتھ ہی بعض ایسی باتیں بھی مانتے اور کرتے تھے جن سے یا تو خدا کی صفتوں اور ان کے مقتضیات کا انکار لازم آتا تھا یا خدا کی صفات اور ان کے لوازم میں دوسروں کی حصہ داری لازم آتی تھی جو شرک ہے قرآن نے ان کے اس تناقض پر جگہ جگہ تنبیہ کیا ہے ہم صرف ایک آیت نقل کرتے ہیں

قل من یرزقکم من السماء والارض	پوچھو کون تم کو روزی دیتا ہے آسمان اور زمین
امن یملک السمع والابصار	سے یا کون بس رکھتا ہے کان اور آنکھ
ومن یخرج الحی من المیت	پر اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے
ویخرج المیت من الحی ومن	اور مردہ کو زندہ سے، اور کون تدبیر کا
یدبر الامر فسیقولون	انتظام کرتا ہے؟ جواب دیں گے اللہ
اللہ فقل افلا تتقون فذلکم	تو کہو کہ اس سے ڈرتے نہیں یہی اللہ تو
اللہ ربکم الحق فماذا بعد الحق	تمہارا حقیقی مالک ہے تو اس مالک حقیقی کے
الا الضلال فانی تصرفون ○	بعد گمراہی کے سوا کیا ہے تو تم کہاں گھومے جاتے

اس بنا پر اہل عرب کو خدا کی عبادت کے سوا دوسرے بہت سے خداؤں کی پرستش میں مبتلا کر دیا خصوصاً خدا کی ذات، اس کی صفات اور ان کے لوازم میں شرک کی بہت سی قسمیں پیدا ہوتی ہیں قرآن کی روشنی میں اگر ان کی ان مشرکانہ پرستشوں کی تحلیل کی جائے تو ان کی پانچ قسمیں نکلیں گی ملائکہ پرستی، جنات پرستی، کواکب پرستی، آثار پرستی اور خود پرستی اب ہم بالترتیب ان میں سے ہر ایک پر اختصار کے ساتھ گفتگو کریں گے۔

۱۔ ملائکہ پرستی۔

اہل عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے جو شرک فی الذات ہے اور اس سے اس کی شان نے بچی اور اس کے استغنا کی نفی لازم آتی ہے جو کفر ہے۔

قالوا اتخذ اللہ ولداً سبحانہ	وہ کہتے ہیں خدا نے اپنے لئے اولاد بنائی
ھو الغنی لہ ما فی السمٰوات	ہے وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے جو کچھ
وما فی الارض ان عندکم	آسمانوں میں ہے سب اسی کا ہے
من سلطٰن بھذا اتقولون	تمہارے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے
علی اللہ ما لا تعلمون ○	کیا تم خدا پر ایسی بات جوڑتے ہو جس کے متعلق تمہارے
(یونس)	پاس کوئی علم نہیں۔

ان فرشتوں کو وہ خدا سے قربت کا وہ مقام دیتے تھے جو عبدیت و بندگی سے بالاتر اور مقام الوہیت سے قریب تر ہے اور یہ کھلا ہوا شرک فی الصفات ہے قرآن نے اس کی تردید فرمائی۔

وللہ یسجد ما فی السمٰوات	اور آسمانوں اور زمین میں جتنے جاندار ہیں

وما فی الارض من دابۃ و	اللہ ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے
الملٰئکۃ وھم لا یستکبرون	بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے اپنے رب سے
یخافون ربھم من فوقھم	ڈرتے ہیں اپنے اوپر سے اور جو حکم پاتے ہیں
ویفعلون ما یؤمرون ہ	اس کی تعمیل کرتے ہیں

تکبر نہیں کرتے یعنی اسے تئیں بندگی سے بالاتر نہیں سمجھتے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اپنے اوپر سے یعنی باہم قرب خدا کے ساحت جلال تک کسی کی رسائی نہیں ہے بس اوپر سے جو نازل ہوتا ہے اس کی تعمیل کر دیتے ہیں یؤمرون مجہول کا صیغہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ انہیں حکم دینے والے کا مقام ان کی پہنچ سے بالاتر ہے۔ اس وجہ سے فرشتے کے فخر اور اعتماد کے بجائے وہ برآں حصول قرب الٰہی بندگی کی سعی میں سرگرم ہیں یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب الا مشرکین اپنے لئے خدا کا قرب بلا کسی واسطے کے ممکن خیال کرتے اس وجہ سے ان فرشتوں کو خدا تک رسائی کا وسیلہ بنا لئے اور ان کی بندگی کرتے اس طرح شرک فی الالوہیت یا شرک فی العبادہ کی رسم شروع ہوئی۔

والذین اتخذوا من دونہ	اور جنہوں نے اللہ کے سوا مددگار ٹھہرا لئے
اولیاء ما نعبدھم الا	ہیں کہتے ہیں کہ ہم تو ان کو محض اس لئے
لیقربونا الی اللہ زلفی ہ	پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ سے قریب کر دیں۔

دنیا کی فارغ البالی اور خوشحالی ان فرشتوں کی بندگی کی برکت سمجھتے اور اولاد ان کی عنایت سے ملتی تھی۔

فلما اٰتٰھما صالحا جعلا لہ	پس جب انسان کو صحیح سالم اولاد دے دی جاتی ہے تو
شرکاء فیما اٰتٰھما فتعالی	اس کی دی ہوئی چیز میں دوسروں کو ساجھی
اللہ عما یشرکون ایشرکون	مانتے ہیں۔ وہ ان چیزوں سے جن کو وہ ساجھی
ما لا یخلق شیئا و ھم	ٹھہراتے ہیں منزہ ہے کیا وہ ایسی چیزوں کو
یخلقون	شریک ٹھہراتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتیں بلکہ
(الاعراف)	خود پیدا کی جاتی ہیں

روزی ان کی برکت کا ثمرہ تھی۔

ان الذین تعبدون من	جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہارے
دون اللہ لا یملکون لکم	لئے کسی روزی کا اختیار نہیں رکھتے پس
رزقا فابتغوا عند اللہ	اللہ ہی کے پاس سے روزی چاہو اور اسی
الرزق واعبدوہ واشکروا	کی بندگی کرو اور اسی کی شکر گزاری کرو کیونکہ
لہ الیہ ترجعون	اسی کی طرف جانا ہے۔

اہل عرب موت کے بعد کی زندگی اور حساب و کتاب کو مستبعد خیال کرتے لیکن کہتے تھے کہ بالفرض مرنے کے بعد اٹھنا ہی پڑا اور حساب و کتاب کی نوبت آئی تو یہ شرکا ہماری سفارش کریں گے اور ہم پر کوئی آنچ نہ آنے دیں گے اس عقیدہ سے ایک طرف خدا کی صفت علم عدل اور حکمت کا انکار لازم آتا ہے جو کفر ہے اور دوسری طرف یہ خدا کی صفتوں میں غیر اللہ کو شریک کرنا ہے جو کھلا ہوا شرک ہے قرآن نے اس کی مختلف پہلوؤں سے تردید کی ہے ہم بعض آیتیں یہاں نقل کرتے ہیں جن سے اس کے عقیدہ کا صحیح پہلو واضح

ہو جائے گا	
أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ	کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے
مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ أَمْ	تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسا فیصلہ کرتے ہو
لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ	کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم
إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ	پڑھتے ہو اس میں تمہارے لئے وہی ہے
أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ	جو چاہتے ہو؟ کیا تم نے ہم سے عہد لے رکھا
إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّ لَكُمْ لَمَا	ہے قیامت تک کے لئے تمہارے لئے وہی
تَحْكُمُونَ سَلْهُمْ أَيُّهُم	ہو گا جو تم کہو گے؟ پوچھو اس کا کون ذمہ
بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ	ہے کیا ان کے شریک کار ہیں؟
فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِن كَانُوا	تو لائیں اپنے شریک کار کو اگر وہ
صَادِقِينَ (۳۵ - ۴۱ قلم)	سچے ہیں
أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ	بھلا دیکھو تو لات اور عزیٰ کو اور منات کو جو دوسرا
وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ	تیسرا ہے کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور
أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ	اس کے لئے بیٹیاں؟ یہ تو بڑی بھونڈی تقسیم ہے
تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ إِنْ	یہ سب تو محض نام ہیں جو تم نے اور تمہارے
هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا	باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں خدا نے
أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ	ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری یہ محض گمان
بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِن يَتَّبِعُونَ	کی پیروی کر رہے ہیں اور نفس کی
إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ	خواہش کی

ولقد جاءھم من ربھم الھدیٰ (النجم)

حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی ہدایت آچکی ہے

لات، منوۃ، عزی عربوں کے بتوں کے نام تھے اور تینوں کے نام حوروں کے نام پر تھے ان کی شفاعت پر مشرکین کو بڑا اعتماد تھا اہل عرب ان کا طواف کرتے اور طواف کے وقت کہتے "تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجی" آگے کی آیات میں ان کے اسی خیال کی تردید ہو رہی ہے

أم للانسان ما تمنیٰ فللہ الآخرۃ والاولیٰ وکم من ملک فی السمٰوٰت لا تغنی شفاعتھم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء و یرضیٰ ان الذین لا یؤمنون بالآخرۃ لیسمون الملٰئکۃ تسمیۃ الانثیٰ (النجم)

کیا انسان جو آرزو کرے گا اسے ملے گا پس اللہ ہی کے لئے ہے دنیا اور آخرت اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں جن کی شفاعت کچھ کام نہ آئے گی الا یہ کہ اللہ اجازت دے جس کے لئے چاہے اور پسند کرے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (یعنی مخص ایک موہوم سے کے درجہ میں اسے ہیں) ملائکہ کے نام حوروں کے نام پر رکھتے ہیں (اشارہ ہے لات عزی، منوۃ کی طرف)

اس کے بعد شفاعت کے ابطال کی دلیل بیان فرمائی کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ گنہگار کو بدکار اور بد کو نیک بنا دے یہ اللہ تعالیٰ کے عدل اور حکمت کے منافی ہے ہر شخص اپنے عمل کا بدلہ پائے گا خدا کی رحمت کے مستحق وہی ٹھہریں گے جو بھلے کام کریں گناہوں اور فواحش سے بچیں ہاں کبھی لغزش اور جہالت سے

کسی بدی میں آلودہ ہو جائیں تو یہ علیحدہ چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا دامن بہت وسیع ہے

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ
اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ
الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى اَلَّذِيْنَ
يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ
الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ
رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ط

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور جو
کچھ زمین میں ہے تاکہ بدلہ دے ان لوگوں
کو جنہوں نے برائی کی ان کے کئے کا اور بدلہ
دے ان لوگوں کو جنہوں نے بھلے کام کئے
بھلائی ان لوگوں کو جو بڑے گناہوں
اور کھلی بدکاریوں سے بچتے ہیں مگر کبھی کبھی چھوٹے
گناہ میں پڑ جائے تو تیرا پروردگار وسیع مغفرت ہے

جن فرشتوں سے یہ امیدیں وابستہ کی گئیں لازماً وہ اس درجہ کی محبت میں بھی شریک ہوئے جو صفات الٰہی کے لوازم اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہے اور جو اسی کے لئے مخصوص ہونی چاہیئے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ
كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ
حُبًّا لِّلّٰهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا
اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ
لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعَذَابِ ۝

اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اللہ کے سوا شریک
ٹھہراتے ہیں ان سے اس طرح محبت کرتے
ہیں جس طرح اللہ سے کرنی چاہئے اور جو اہل
ایمان ہیں وہ اللہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں
کاش دیکھیں یہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اس وقت
کو جب دیکھیں گے عذاب کہ ساری قوت اللہ
ہی کے ہاتھ میں ہے اور یہ کہ اللہ سخت عذاب والا ہے

۲ جن پرستی :-

ملائکہ کی طرح جن کو بھی اہل عرب بندگی سے اونچا اور زمرۂ الوہیت سے نسب رکھنے والا خیال کرتے تھے

وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ	اور انہوں نے اس کے اور جنات کے درمیان
نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ	رشتہ قائم کر رکھا ہے حالانکہ جنات کو خوب
إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ سُبْحَانَ اللهِ	معلوم ہے کہ انہیں خدا کے حضور حاضر
عَمَّا يَصِفُونَ	ہونا ہے خدا پاک ہے ان باتوں سے
(صافات)	جو بیان کرتے ہیں

اس نسبت نسب کی وجہ سے بار بار خدائی میں بھی شریک ہوئے۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَ	اور انہوں نے اللہ کے لئے جنات میں سے
خَلَقَهُمْ (انعام)	شرکا ٹھہرا رکھے ہیں حالانکہ اللہ نے انکو پیدا کیا ہے

ان کو خدائی مفہوم میں نافع و ضار خیال کیا جاتا اور بعض اوقات ان کے جوش غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انسانی جانوں کی قربانی کی جاتی جو تذلل اور پیار کا آخری درجہ ہے اور خدا کے سوا کوئی نہیں جو اس کا سزاوار ہو

زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ	بہت سے مشرکین کے لئے ان کے شرکا (شرکاء)
قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ	نے انکی اولاد کو قتل کرنا مستحسن بنا دیا ہے

مصائب و آفات میں ان کی دہائی دی جاتی اور پناہ پکڑی جاتی

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ	اور یہ کہ انسانوں کی ایک جماعت جنوں
الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ	کی ایک جماعت کی پناہ پکڑتی تھی۔

وہ روحانیت میں ہونے کی وجہ سے ان کی رسائی ملاء اعلیٰ تک تھی
وہاں سے غیب کی خبریں لاتے اور کاہنوں کو پہنچاتے کہانت کے بازار
کی ساری رونق ان کے دم سے تھی قرآن نے اس کی تردید کی۔

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا	ہم نے زمین آسمان کو ستاروں سے آراستہ
بِزِیْنَةِ نِ الْکَوَاکِبِ وَحِفْظًا	کیا اور ہر سرکش شیطان سے محفوظ کیا وہ
مِّنْ کُلِّ شَیْطَانٍ مَّارِدٍ لَا	ملاء اعلیٰ کی طرف کان بھی لگا نہیں سکتے
یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی	اور ہر طرف سے مارے جاتے ہیں
وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ	دھتکارنے کے لئے اور ان کے لئے
دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ	عذاب دائمی ہے مگر ہاں جو کوئی
وَّاصِبٌ اِلَّا مَنْ خَطِفَ	اچک لے کوئی بات تو تعاقب
الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ	کرتا ہے اس کا ایک دہکتا
ثَاقِبٌ (۲ صافات)	ستارہ۔

غیب دانی کے شوق میں کاہنوں نے ان سے تعلق پیدا کیا اور
ان کے پیچھے جنوں کی ایک بڑی جماعت علوم سفلیہ کے دھندوں میں مبتلا
ہوگئی اسی کی طرف اشارہ ہے۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَکْثَرْتُمْ	اے گروہ جن تم نے تو انسانوں میں سے
مِّنَ الْاِنْسِ (۱۲۸ انعام)	بہتوں کو اپنا لیا۔

یہ کاہن لوگ عبادت و مزار کے تمام لوازم ان کے لئے ادا کرتے
اور علم غیب کے لئے ان کا مراقبہ کرتے۔

يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ — اور وہ کان لگاتے ہیں حالانکہ ان میں سے
كَاذِبُونَ (شعراء) — اکثر جھوٹے ہیں۔

ابتدائے بعثت میں قرآن کے اسلوب کلام اور آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کو دیکھ کر قریش نے طعنہ دیا کہ آپ کاہن ہیں اور یہ وحی، وحی ملکوتی نہیں، وحی حالی ہے۔ قرآن نے اس کی تردید کی

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ — اس کو شیطان لے کر نہیں اترے ہیں اور
وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ — نہ یہاں کے لئے مناسب ہے اور نہ وہ کر سکتے
إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ — ہیں وہ تو سننے سے معزول کر دئیے گئے ہیں۔

وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ ۔ ان کے لئے مناسب ہے یہ وہی جواب ہے جو اس سے پہلے اسی طرح کے شبہ کے جواب میں حضرت مسیح نے دیا تھا متی باب ۱۲ - ۲۶ میں ہے

(فریسیوں نے سن کر کہا یہ بدروحوں کے سردار بعلزبول کی مدد کے بغیر بدروحوں کو نہیں نکالتا یسوع نے (مسیح نے) ان کے خیالوں کو جان کر ان سے کہا جس بادشاہی میں پھوٹ پڑتی ہے وہ ویران ہو جاتی ہے اور جس شہر یا گھر میں پھوٹ پڑے گی وہ قائم نہ رہے گا۔ اور اگر شیطان ہی نے شیطان کو نکالا تو وہ آپ اپنا مخالف ہو گیا پھر اس کی بادشاہی کیوں کر قائم رہے گی

یعنی یہ وحی جس کا ایک ایک حرف شیطان اور اس کے سارے مقاصد و محبوبات کے بالکل خلاف ہے، شیطان کی مدد سے کیسے ہو سکتی ہے وہ خود اپنے کاروبار ضلالت کو درہم برہم کرنے کے لئے ایسا مبارک صحیفۂ ہدایت کیسے نازل

کر سکتا ہے؟ اگر وہ ایسا کرے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اپنی سلطنت خود اپنے ہاتھوں برباد کی۔

دوسرا نکتہ "وما یستطیعون" "انہم عن السمع لمعزولون" (اور وہ کر بھی نہیں سکتے وہ ملاء اعلیٰ کی خبریں سننے سے معزول کر دیئے گئے ہیں) اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس کا صافات والی آیت میں ذکر آچکا ہے اور جس کا جنات نے خود سورہ جن میں اعتراف کیا ہے

وانا کنا نقعد منها مقاعد — اور ہم بیٹھتے تھے اس کے (آسمان) کے ٹھکانوں

للسمع فمن یستمع الآن یجد له — میں سننے کے لئے ملاء اعلیٰ کی باتیں مگر اب

شهابا رصدا — جو سننے کو جاتا ہے وہ اپنے لئے ایک شہاب گھات میں

ملاء اعلیٰ سے جنات کے اس تعلق کی قرآن نے جگہ جگہ تردید کی ہے اور بار بار یہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن شیطانی اختلاط سے بالکل پاک ہے اور اسے مواقع پر بالعموم ستاروں کے گرنے، ٹوٹنے اور پھینکے جانے کی بطور شہادت قسم کھائی ہے جو شہاب ثاقب کے گرنے اور شیاطین کے دھتکارے جانے کی تعبیر ہے سورہ واقعہ حاقہ تکویر اور سورہ نجم میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

سورہ شعرا میں ایک دوسرے پہلو سے اس کی تردید کی ہے فرمایا کہ جبریل پر تو شیاطین نہیں آسکتے جس طرح وحی صرف لطیف اور نفیس روحوں پر اترتی ہے اسی طرح جنات و شیاطین صرف گندی اور نجس روحوں پر اترتے ہیں۔

هل انبئکم علی من تنزل — کیا میں بتاؤں شیاطین کن لوگوں پر اترتے

الشیاطین تنزل علی کل افاک — ہیں؟ وہ ہر لپاٹیے گنہگار پر اترتے ہیں

یلقون السمع واکثرهم کاذبون	(جن آسمان پر) وہ کان لگا کے جن (باتیں) سننے کے لئے جا بیٹھتے ہیں، اور اکثر جھوٹے ہوتے ہیں (یعنی حسب کچھ بھی نہیں ہوتی گو بہت سی اس گھر کے سادے ہیں)

(شعراء)

۳۔ کواکب پرستی۔

دنیا کی تقریباً تمام بت پرست قوموں میں سورج اور چاند کی پرستش رائج رہی ہے اہل عرب بھی ان کو زمرۂ الوہیت میں داخل کرتے اور ان کی عبادت کرتے قرآن نے اس کی تردید کی

ومن آیاته اللیل والنهار و	اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن
الشمس والقمر لا تسجدوا	سورج اور چاند ہیں سورج کو سجدہ
للشمس ولا للقمر واسجدوا	کرو نہ چاند کو سجدہ کرو اس خدا کو جس نے
لله الذی خلقهن ان کنتم	ان کو پیدا کیا ہے اگر تم اسی کی بندگی
ایاه تعبدون (۳۷ حم السجدہ)	کرتے ہو۔

انوار (نچھتروں) کو ان کی خوشحالی میں بڑا دخل تھا بارش انہیں کے جود وکرم سے تھی بارش ہوتی تو کہتے مطرنا بنوء کذا (فلاں نچھتر سے بارش ہوئی) اور یہ نسبت ان کے نزدیک مجازی نہیں بالکل حقیقی تھی

شعری بھی معبود تھا یہ گرمیوں کے زمانہ میں طلوع ہوتا تھا۔ الطثریا کا شعر

سامس فی الضحی اذا ما دلکت الشعری دہر دطل

(ممدوح) سردیوں میں گرمی پہنچاتا ہے یہاں تک کہ جب شعری طلوع

ہوتا ہے اگر ملیں، تو وہ ٹھنڈا اور سایہ بن جاتا ہے

عرب میں جاڑوں کا موسم قحط و افلاس کا موسم ہوتا شمال کی ٹھنڈی ہوائیں پورے ملک کی تمام کاروباری سرگرمیوں کو سرد کر دیتیں اسی وجہ سے اہل عرب جاڑے کے موسم کو ایام نحسات کہتے تھے آمد و رفت اور تجارت کی ساری چہل پہل گرمیوں کے موسم کے ساتھ مخصوص تھی اور چونکہ یہی شعریٰ کے طلوع ہونے کا زمانہ تھا اس وجہ سے یہ ساری حرکت اسی کی طرف منسوب تھی۔

قرآن نے سورہ نجم میں اسی وہم کی تردید کی ہے

وَاَنّہٗ ھُوَاَغنیٰ وَاَقنیٰ وَاَنّہ	اور وہی لوگوں کو مال دار اور سرمایہ دار
ھُوَ ربُّ الشِّعریٰ	کرتا ہے اور وہی شعریٰ کا رب ہے

اہل عرب کے تصور مذہبی نے ان مختلف عناصر کو جوڑ کر دیوتاؤں کی ایک بزم (CONSTELLATION OF GOD) سجائی جس میں خدا کی حیثیت ایک عرش والے (ذو العرش) مہا دیو کی قرار دی اور ان دیوتاؤں کی حیثیت مقربین بارگاہ اور ارکان سلطنت کی اس تصور میں تشبیہ نے جو ہمیشہ سے شرک کے نہایت اہم اسباب و عوامل میں سے رہی ہے رنگ آمیزی کی اور یہ خیال پیدا ہوا کہ جس طرح زمین کے ملوک و سلاطین اپنے دور کے علاقوں کا انتظام اپنے حکام و عمال کے سپرد کر دیتے ہیں اسی طرح خدائے عرش نشین نے بھی زمین کے معاملات کا انتظام و انصرام ان دیوتاؤں کے سپرد کر دیا ہے اور اپنا تعلق صرف دار السلطنت (آسمان) کے نظم و انتظام سے رکھا ہے زمین کے معاملات میں اس کی حیثیت بس ایک گوشہ نشین علۃ العلل کی ہے اس کی

ام مدبر و سیاست سے وہ مراد ہے جو متعلق (INTOUCH) نہیں ہے یہ تصور
ب سر یہی تصور ہے جو بعض مشرک اقوام میں پایا جاتا ہے لیکن یہ سرے سے ایک
ف خدا کے قدرت اور علم کی نفی ہے جس کی قرآن نے مختلف پہلوؤں سے
دید کی ہے

لہ لا الہ الا ھو الحی القیوم	اللہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ زندہ اور قائم
لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ	رہنے والا اس کو اونگھ اور نیند نہیں آتی
ما فی السموات وما فی الارض	جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب
	اسی کے لیے ہے
سع کرسیہ السموات والارض	اس کی سلطنت آسمان و زمین سب پر حاوی
لا یؤدہ حفظہما (بقرہ)	ہے اور ان کی حفاظت اس پر گراں نہیں ہے
ن ربکم اللہ الذی خلق	تمہارا مالک وہ اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں
لسموات والارض فی	اور زمین کو چھ دنوں میں پھر وہ عرش پر تمکن
ستۃ ایام ثم استوی علی	ہوا انتظام کرتا ہوا۔
لعرش یدبر الامر (یونس)	

دوسری طرف اس سے خدا کی جا کیب کی تقسیم لازم آتی ہے چنانچہ
رآن نے اس کی تردید فرمائی۔

قال اللہ لا تتخذوا الہین	اور اللہ نے فرمایا مت بناؤ دو معبود وہ تو ایک
اثنین انما ھو الہ واحد	ہی معبود ہے بس مجھی سے ڈرو
فایای فارھبون (نحل)	

وَهُوَ الَّذِی فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ	وہی ایک آسمان میں بھی معبود ہے اور
وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَهُوَ الْحَکِیْمُ	ایک زمین میں بھی معبود ہے اور وہ حکمت
الْعَلِیْمُ (زخرف)	والا اور علم والا ہے

اسی تصور کی تردید ان آیات میں بھی ہے۔

قُلْ لَّوْ کَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ کَمَا	کہو اگر اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے
یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی	جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو وہ عرش والے
ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا (بنی اسرائیل)	مالک کی راہ ڈھونڈتے ہیں۔
لَوْ کَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ	اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور
لَفَسَدَتَا (انبیاء)	معبود ہوتے تو وہ دونوں درہم برہم ہو جاتے

زمین کے معاملات میں براہ راست متصرف ہونے کی وجہ سے دیوتا عبادت و تعظیم کے ان تمام لوازم کے مستحق ٹھیرے جو خدا اور اس کے گھر کے ساتھ مخصوص ہیں۔ خدا کے لئے کعبہ تھا، ان کے لئے بھی الگ الگ استھان اور معبد بنائے گئے۔ خدا کے لئے حج اور قربانی کے مناسک تھے، ان کے لئے بھی حج اور قربانی کے مراسم اختیار کئے گئے۔ خدا نے اپنے لئے شعائر اور قربانی دینے کے جانور مشروع کئے (جعل اللّٰه الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس والشہر الحرام والھدی والقلائد) مشرکین نے اپنے معبودوں کے لئے بھی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام مخصوص کر دئے (ما جعل اللّٰه من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام) خدا کے لئے زمین کی پیداوار اور چوپایوں میں سے ایک متعین حصہ تھا،

ان کے آلہہ بھی اس حصے کے مستحق ٹھہرے اور چونکہ دیں کے نظم و اہتمام کے اصلی ذمہ دار ان کے خیال کے مطابق یہی تھے اس وجہ سے خدا کے مقابل میں ان کا حق کچھ مرجح ہی رہا (وجعلوا للہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیبا فقالوا ھذا للہ بزعمھم وھذا لشرکائنا فما کان لشرکائھم فلا یصل الی اللہ وما کان للہ فھو یصل الی شرکائھم ساء ما یحکمون)[1] خدا کا حصہ ان کے سرکار کی طرف منتقل ہو سکتا تھا لیکن سرکار کا حصہ خدا کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا تھا خدا کے لئے صرف جانوروں کی قربانی بھی

لیکن سرکار کے لئے جیسا کہ اوپر گذرا، بعض حالات میں اولاد تک کی قربانی بھی کی جاتی ہے خدا نے جو چیزیں حرام کی تھیں ان کے علاوہ بہت سی چیزیں حرام (Taboo) ہو گئیں (وقالوا ھذہ انعام وحرث حجر لا یطعمھا الا من نشاء (الایہ) حالانکہ وحی و الہام نازل کرنا بھی ان کے سرداروں کی زبان سے ایسے غیبی فیصلے صادر کرتے (والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان (الایہ)

خواہ یہ ساری نذر نیازیں ملکوتیات اور کواکب کے لئے بجا لاتے تھے لیکن عوام کو اتنی دور کی نظر نصیب نہیں وہ مٹی پتھر اور لکڑی وغیرہ کے

---

[1] اور اللہ نے جو کھیتی اور چوپائے پیدا کئے ان میں سے انہوں نے اللہ کا ایک حصہ رکھا اس کی کہہ دیا اللہ کے لئے ہے ان کے زعم کے مطابق اور یہ ہمارے سرکار کے لئے ہے۔ پس جو حصہ ان کے سرکار کا ہے وہ اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے وہ ان کے شرکاء کو پہنچ جاتا ہے۔ برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں

سے ہوئے بتوں ہی کو اصل کارفرما سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے قرآن نے بت پرستی کی تردید میں خواص و عوام دونوں کی ذہنیت کو سامنے رکھا ہے مثلاً اعراف میں

پہلے فرمایا

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ	جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو تمہاری ہی
عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ	طرح بندے ہیں بس ان کو پکار دیکھو تمہاری
فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ	فریاد بھی کریں اگر سچے ہو

پھر فرمایا

أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ	کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلتے ہیں کیا ان کے
أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ	ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہیں کیا ان کے
أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ	آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے ہیں کیا ان کے
آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا (اعراف)	کان ہیں جن سے سنتے ہیں۔

۴۔ آبا پرستی۔

اسی قوم آلہہ میں انھوں نے اپنے آبا و اجداد میں سے ان بزرگوں کو جگہ دی جن کے مذہبی تقدس کی روایات ان میں پھیلی ہوئی تھیں ان کی قبریں وہاں کے آثار حصول برکت و تقریب دعا کے مرکز بنے تھے بالآخر معبود بن گئے اور جنات و ملائکہ سے متعلق ان کے جس طرح کے عقائد و تصورات بیان ہوئے ہیں اسی کے لگ بھگ انھوں نے ان بزرگوں سے متعلق بھی بہت سے تصورات قائم کر لئے۔ قرآن نے اس کی تردید فرمائی

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ	اور جن کو اللہ کے سوا یہ پکارتے ہیں وہ کچھ

بے جوڑے بتوں ہی کو اصل کارفرما سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے قرآن نے بت پرستی کی تردید میں خواص و عوام دونوں کی ذہنیت کو سامنے رکھا ہے مثلاً اعراف میں

پہلے فرمایا

ان الذین تدعون من دون اللہ	جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو تمہارے ہی
عباد امثالکم فادعوھم	طرح بندے ہیں پس ان کو پکارو تمہاری
فلیستجیبوا لکم ان کنتم صادقین	فریاد سنی کریں اگر سچے ہو

پھر فرمایا

الھم ارجل یمشون بھا ام لھم	کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلتے ہیں کیا ان کے
اید یبطشون بھا ام لھم	ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہیں کیا ان کے
اعین یبصرون بھا ام لھم	آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے ہیں کیا ان کے
اذان یسمعون بھا (اعراف)	کان ہیں جن سے سنتے ہیں

۴ آبا پرستی۔

اسی طرح آلہ میں انھوں نے اپنے آباؤ اجداد میں سے ان بزرگوں کو جگہ دی جن کے متعلق تقدس کی روایات ان میں پھیلی ہوئی تھیں ان کی قبریں اور ان کے آثار حصول برکت و قبولیت دعا کے مرکز بنے تھے بالآخر معبود بن گئے اور حیات و ملائکہ سے متعلق ان کے جس طرح کے عقائد و تصورات بیان ہوئے ہیں اسی کے لگ بھگ انھوں نے ان بزرگوں سے متعلق بھی بہت سے تصورات قائم کرلئے۔ قرآن نے اس کی تردید فرمائی

والذین تدعون من دون اللہ	اور جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ

انسانی نے تسلیم نہیں ہے اخلاق کے منافی تو نہیں ہے۔ بالاجمال یہ کہ جو
مانے ہوئے طریقے سے الگ تو نہیں ہے؟ اگر اس کسوٹی پر وہ صحیح اترے
صحیح ہے اور آباء و اجداد کا طریقہ تو اس کے لئے ایک مزید معیار ہے،
اس کسوٹی پر وہ کھوٹا ثابت ہو تو وہ باطل ہے اور کسی باطل کا موروثی ہونا اس کی
صحت کی دلیل نہیں ہے۔ اس معاملہ میں دنیا ہمیشہ افراط و تفریط میں مبتلا
جاہلیت قدیمہ کا نظریہ تو جیسا کہ اوپر گذرا یہ تھا کہ آباء و اجداد کا طریقہ بہر
حق ہے اس کے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ آباء و اجداد سے چلا آ رہا ہے
جاہلیت جدیدہ کے نقطۂ خیال کی بہتر سے بہتر ترجمانی مشہور شاعر مشرق
لفظوں میں یوں کی جا سکتی ہے کہ اگر بہتر سے بہتر جنس بھی ہمیشہ مانی
تو دنیا کو بگاڑ دے۔ دونوں راہیں افراط و تفریط کی ہیں ایک کی منازل
اعمی رہے جو طہارت کا منبع ہے دوسری کی ساحرہ دسری اور بدداغی پر
جمہور کا طریقہ ہے ایک شرک و بت پرستی کی ایک خاص قسم آباء پرستی
(ANCRSTOR WORSHIP) کی طرف رہبری کرتی ہے دوسری الحاد
کی طرف لے جاتی ہے جو خود پرستی کا دروازہ ہے اور ان دونوں ہی راہوں
انسان خدا پرستی کی لذت سے محروم اور عاقبت بینی کی ذمہ داریوں سے
غافل ہے اگر انسان کے لئے یہ بات جائز نہیں ہو سکتی کہ وہ اسی عقل پر
بھروسہ کر کے جو باتوں کے گلے میں داخل ہو جائے تو یہ بات جائز نہیں ہو سکتی
راستہ کی غلطی اور دوسرے کی صحت کا فیصلہ کئے بغیر ایک کو چھوڑ کر دوسرے
پر عمل کرتا ہو

ان دونوں راہوں میں انسان شیطان کے نقش قدم کی پیروی کا مجرم
ہے عقل و فطرت کا راستہ وہ ہے جس کی شہادت دنیا کے اچھے انسانوں اور
انبیاء علیہم السلام کی قابل تقلید زندگی سے ملتی ہے ان کا طریقہ یہ رہا ہے
کہ انھوں نے کبھی اس رشد کی راہ میں ان کے برعکس انھوں نے سب سے پہلے اس دینی
ورثہ کا جائزہ لیا جو انہیں آباء و اجداد سے پہنچا تھا اور اس میں جو چیز بھی انہیں
عقل و فطرت سے متناقض نظر آئی اس کو بے درنگ چھوڑ دیا اس راہ میں
اہل جہل کی طرف سے بے شمار مصیبتیں جھیلنی پڑیں لیکن ان کی انھوں نے
کوئی پروا نہیں کی یہی لوگ نوع انسانی کے گل سرسبد تھے جس طرح سورج
طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنیں سب سے پہلے اونچی منڈیروں ہی پر چمکتی ہیں
اسی طرح جب کبھی دنیا میں آفتاب حق طلوع ہوا انہی کے دل و دماغ سب سے
پہلے نورانی ہوئے اس کی ایک عمدہ مثال حضرت یوسف علیہ السلام کی
زندگی ہے آپ نے فرمایا

انی ترکت ملة قوم لا یؤمنون	میں نے اس قوم کے دین کو چھوڑا جو اللہ
بالله وهم بالآخرة هم	پر ایمان نہیں رکھتی تھی اور وہ آخرت کی بھی
کافرون واتبعت ملة آبائی	منکر تھی اور میں نے اپنے آباء و اجداد
ابراهیم واسحق ویعقوب	ابراہیم اسحٰق اور یعقوب کی پیروی کی

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق معلوم ہے کہ ظاہر میں انھوں نے کسی نئے
مذہب کو اختیار کیا اور نہ کسی مذہب کو ترک کیا جس مذہب پر پیدا ہوئے
تھے روز اول سے اپنی حیات پاک کے آخری انفاس تک اسی مذہب پر رہے

نبوت کے بعد یہی مذہب ان پر وحی ہوئی مصر میں انہیں تکلیفوں کے دریا
سے سابقہ پڑا لیکن ان کا پاک دل ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی سچائیوں سے آ
نہیں ہوا تاہم وہ فرماتے ہیں میں نے ایک قوم کے مذہب کو جو اللہ اور آخرت
پر ایمان نہیں رکھتی تھی چھوڑا اور اپنے آباؤ اجداد ابراہیم اسحاق اور یعقوب
علیہم السلام کے مذہب کو اختیار کیا۔ ظاہر ہے کہ ترک و اختیار سچی اور ٹھوس
انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو محض وراثت نہ سمجھ کر نہیں رکھ چھوڑا
کہ وراثتاً آ گیا ہے بلکہ ایک خدا رس فطرت اور متقی دل کی تمام کاوشوں اور کوششوں
کے ساتھ اس کی صداقت اور حقانیت کو جانچا اور پرکھا تھا یہ طریقہ ان کے
خود ان کا اکتساب تھا اس لئے اساس پکا تھا۔ ایک مرد نہیں جانتا کہ یہی مذہب
ان کے آباؤ اجداد کا بھی تھا اس کی صحت پر ان کی عقل گواہ تھی اور اس کے
اور جدائی ہوئے پر ان کے دل کا رشید پیر شاہد تھا وہ اس کے ساتھ اس
نہیں لگ گئے تھے کہ اب دادا کی عقیدت میں گرفتار تھے بلکہ تمام دنیا
اگر ایک شخص بھی اس راستہ پر نہ ہوتا جب بھی ان کا راستہ وہی ہوتا اس
شہادت ان کی عمر کی پر مشقت زندگی سے ملتی ہے آزمائشوں کی کیسی کیسی گھڑ
امنڈ امنڈ کے آتی ہیں لیکن ان کے قدم کو لغزش نہیں ہوتی بلکہ جب آزمائش
جاتی ہے ایک مرد حق خوددار ہو کر تمام بادلوں کو کائی کی طرح چھانٹ
دنیا میں جو لوگ کسی راستہ کو اس نور بصیرت کی رہنمائی میں اختیار کرتے ہیں
اس کو فی الحقیقت اختیار کرتے ہیں اس کی تقلید نہیں کرتے اگرچہ وہ
ان کے آباؤ اجداد ہی کا راستہ ہو اور ایسے لوگ دوسری راہوں کو چھوڑتے

اور حقیقت چھوڑتے ہیں۔ اگرچہ ایک قدم بھی وہ اس پر چلے نہ ہوں۔ یہی
بصیرت و اجتہاد در حقیقت دین ہے یہ۔ جو تمام ادیان کے حامل وہ روح
ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اگر ایک شخص کسی حق کو بھی اختیار کرے گا اس لئے
نہیں کہ وہ حق ہے اور خدا کی طرف سے ہے بلکہ اس لئے کہ وہ اس کے آباء
واجداد کا طریقہ ہے تو یہ بھی عرب جاہلیت کی اسی آبا پرستی میں داخل ہے، جو
اخلاص کے منافی ہے

۵۔ خود پرستی:۔

دیوتاؤں کی اس رسم میں مشرکین عرب خود بھی شریک تھے لیکن وحی الٰہی
کی سمجھ سے پہلے جس طرح انہیں اپنے سبب سے دوسرے مشرکانہ اعمال و
عقائد کا شعور نہیں تھا اسی طرح اس کے شعور سے بھی محروم تھے وہ اپنے تئیں
خدا کا بندہ تو کہتے تھے لیکن بندگی کے مقتضیات ولوازم سے بے خبر تھے
اس وجہ سے حدود بندگی سے تجاوز کر کے حدود الوہیت میں داخل ہو گئے
تھے قرآن نے ان کی اس طرح کی تعدیوں کی جو تصویر پیش کی ہیں ہم انکو
بالاجمال ذکر کریں گے اور یہ بحث بہت قابل توجہ ہے

الف یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اہل عرب کو اسی عبدیت اور خدا کی حاکمیت
و ربوبیت سے انکار نہیں تھا لیکن اس کے لوازم یعنی خدا کی بندگی اور پھر بندگی
کے لوازم یعنی شعائر اللہ کی اطاعت میں وہ جادۂ حق سے منحرف تھے وہ اکثر
میں دوسروں کو بھی شریک کرتے تھے عبادت اور بندگی کا مفہوم ان کے
ہاں پوجا پاٹ سے زیادہ نہیں تھا وہ اس بات میں کوئی قباحت نہیں

خیال کرنے لگے کہ عبادت خدا کی ہو اور اطاعت کسی اور کی وہ بھی اللہ
کی جگہ اپنے نفس یا اپنے آباء و اجداد اور اپنے گرو اور سادات کی پیروی کرکے
بھی یہی خیال کرتے تھے کہ اس سے اسکی بندگی میں کوئی فرق نہیں آیا لیکن
قرآن نے فیصلہ کیا کہ خدا کی عبادت اس کی اطاعت کے بغیر بے معنی ہے خدا
کی بندگی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی کی اطاعت کی جائے۔

اِنَّا اَنزَلنَا اِلَیکَ الکِتٰبَ بِالحَقِّ	ہم نے تمہاری طرف کتاب برحق
فَاعبُدِ اللہَ مُخلِصًا لَّہُ الدِّین	کے ساتھ بس اسی کی بندگی کرو اسی
اَلَا لِلّٰہِ الدِّینُ الخَالِصُ	ہی کی اطاعت کرتے ہوئے ہاں اطاعت
(زمر ۲-۳)	خالص اسی ہی کے لئے ہے۔

اس مضمون کی آیتیں قرآن مجید میں کئی جگہ ہیں سب کو نقل کرنے میں
طوالت ہے ان سب کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے جو دین نازل کیا تھا اس
میں تحریف و تبدیل نے بہت سے اصطلاحات ڈال دئے تھے اور بے شمار
بدعتیں داخل ہوگئی تھیں اس وجہ سے خدا کی خالص عبادت و بندگی کی راہ
مسدود ہوگئی تھی ان بدعات کی موجودگی میں جو لوگ بھی عبادت کر رہے تھے
وہ خدائے واحد کی عبادت سے محروم تھے وہ نام تو اللہ کا لیتے تھے لیکن ہر
قدم پر غیر اللہ کی اطاعت سے دوچار تھے اس کتاب نے اصطلاحات
مٹا دئے اور شریعت کو غیر الٰہی عناصر سے پاک کر دیا یہ حق و باطل کے

لہ دین کے معنی یہاں اطاعت کے ہیں الدین: الطاعۃ وقد دنتہ دینا ای اطعتہ قال
عمرو بن کلثوم: وایاما لنا غرا کراما، عصینا الملک فیہا ان ندینا۔

درمیان ایک قول فیصل کی حیثیت سے نمودار ہو گئی ہے اب خدا کی اطاعت
و بندگی کی سیدھی راہ واضح ہے پس اسی کی عبادت کرو تنہا اسی کی اطاعت
کرتے ہوئے یعنی بندگی وہی معتبر ہے جو خالص اطاعت کے ساتھ ہو۔
اگر محض مخصوص اوقات میں خدا کا نام جپ لیا جائے اور اطاعت میں اس کے
ساتھ دوسروں کو بھی شریک کیا جائے خواہ وہ شریک انسان کا اپنا ہی نفس
ہو تو یہ بندگی نہیں بلکہ بندگی کی جدائی ہے جس سے کسی بھلائی کی توقع نہیں کی
جا سکتی۔ اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا[۱]
خدا کی اطاعت کا راستہ یہ ہے کہ اس کے انبیاء کی پیروی کی جائے
وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے
اللہ کی اطاعت کی) یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کی دعوت یہ رہی ہے کہ اللہ کی بندگی
کرو اور میری اطاعت کرو۔ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ۔ اس کے معنی
یہ ہیں کہ اللہ کی عبادت و بندگی کی راہ یہ ہے کہ نبی کی اطاعت کی جائے اور ساتھ
ہی ان لوگوں کے راستہ کی پیروی سے انکار کیا جائے جو اللہ کے راستے سے منحرف
ہیں چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اس کی بھی تصریح فرما دی کہ وَلَا تُطِيْعُوْا اَمْرَ
الْمُسْرِفِيْنَ ہماری اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت نہ کرو جنہوں نے
حدود الٰہی سے تجاوز کیا ہے اور خدا کے باغی ہیں توحید کا یہی وہ مقام ہے
جہاں موحدین اور مشرکین میں اصلی نزاع برپا ہوئی ہے جب خدا کی عبادت
صرف پوجا پاٹ تک محدود رہی تو مشرکین نے مزاحمت نہیں کی مگر یہ مطالبہ بھی کر دیا ہے کہ جو خدا

---

[۱] دیکھو اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے کیا تم اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہو؟

کے معنے میں وہ صرف خدا ہی کی اطاعت بھی کریں اور اس کے سوا ہر ایک کی اطاعت کو شرک قرار دیں تو ہیں اسکو وہ لوگ نہیں برداشت کر سکتے جو خدا کی خدائی کے دعوے دار ہیں۔ علمائے اسلام میں سے علامہ ابن تیمیہ نے اس بحث پر العبودیۃ کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا ہے جو نہایت مفید مباحث پر مشتمل ہے۔ اس سے یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ عبادت صرف حمد وسجود کا نام نہیں ہے بلکہ یہ دونوں اس کے مفہوم میں داخل ہے۔

ف اسی بنیاد پر قرآن نے وضع قانون مخصوص اللہ تعالیٰ کا حق قرار دیا اور کسی کے لئے اس میں ادنیٰ شرکت بھی گوارا نہیں فرمائی چنانچہ اگر تنگ ذخیرہ کے ساتھ اس امر کا بھی کہ کسی شے کو حرام اور کسی چیز کو حلال قرار دیا اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہ بادشاہ ہے اسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی رعیت اور اپنی مملکت کے لئے قانون بنائے اس کی خلاف ورزی تو صریحاً خلاف ورزی خلاف سلطان کی سرکشی اور خدا کی عبادت کی نفی ہے جو شخص ادنیٰ اپنی طرف نیز قانون بناتا ہے وہ اپنے نفس اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتا ہے اور اگر دوسرے کے لئے اس حق کو تسلیم کرتا ہے تو اس کو اسکے سوا رب مانتا ہے اور اگر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو یہ خدا پر افترا ہے۔ سورہ انعام میں آیات ۱۴۳-۱۴۲ پڑھیے۔ سرورع کی پانچ آیتوں میں توحید کا بیان ہے پھر اسی کے ذیل میں یہ آیت آتی ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ	اے لوگو کھاؤ ان چیزوں میں سے جو
حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا	زمین میں حلال اور پاکیزہ اور مت

خطوات الشیطان انہ لکم — شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا
عدو مبین (۱۶۸) — کھلا ہوا دشمن ہے۔

شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو سے اس کی اس دعوت شرک کی طرف اشارہ ہے جس کا اس نے روز اول ہی میں اعلان کر دیا تھا ولاضلنہم ولامنینہم ولامرنہم فلیبتکن اذان الانعام ولامرنہم فلیغیرن خلق اللہ (میں ان کو بھٹکاؤں گا آرزوں میں پھنساؤں گا اور سمجھاؤں گا تو وہ چوپایوں کے کان کاٹیں گے اور سمجھاؤں گا تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کو بدلیں گے)، اس کے بعد شیطان کی دعوت کی اصل شان بتائی کہ وہ برائی اور بے حیائی کی دعوت دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ انسان خود حلال وحرام کرے اور اپنا شارع آپ ہو اور پھر بلا سند اس کو خدا کی طرف منسوب کرے (انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون) اس کے بعد فرمایا کہ اگر انسان کو قانون الٰہی کی پیروی کی دعوت دی جاتی ہے تو باپ دادا کی روایات کی سند لاتا ہے حالانکہ باپ دادا کی روایت کوئی سند نہیں ہے جب تک ان کے اقوال واعمال کی بنا شریعت الٰہی پر نہ ہو۔ باپ دادا کے طریقہ پر چلنا شریعت وعقل ختم جاتا ہے آپ کو انسانوں کی صف سے نکال کر چوپایوں کے گلہ میں داخل کر دیتا اور گونگوں بہروں اور اندھوں کے زمرہ میں شامل کر دیتا ہے۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ وَمَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَمَثَلِ الَّذِیْ

سمیٌ بماالاسمع الادعاء وبدا اذا صحم تکم عمی فھم لا یعلون
(...) پھر اگر جو لوگ خدا کی عبادت کے مدعی ہیں تو اس کی عبادت یوں
نہیں ہو سکتی کہ عبادت تو اس کی کریں لیکن حرام و حلال اپنے جی سے کریں اس کی
عبادت کا لازمی اقتضا ہے کہ وضع قانون اور تشریع کا حق خالص اسی کے
لئے تسلیم کریں۔ یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبات مارزقنکم واشکروا
للہ ان کنتم ایاہ تعبدون (اے ایمان والو کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے
جو ہم نے تم کو بخشی ہیں اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کی بندگی کرنے والے ہو)

بعینہٖ یہی مضمون اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ سورۃ انعام کی آیات
۱۴۶ سے لے کر ۱۵۳ تک بیان ہوا ہے اور آخری آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جماعت
کی شیرازہ بندی اور نظم قانون و شریعت سے ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ وضع
قانون و تشریع کا حق صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تسلیم کیا جائے جو سب کا خالق اور
سب کا بادشاہ ہے اگر اس حق میں دوسرے بھی شریک ہو جائیں اور ہر قوم و جماعت
اسے اپنے قانون بنانے کی مجاز ہو جائے تو اس کا لازمی نتیجہ انتشار اور فساد
فی الارض ہے وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل
فتفرق بکم عن سبیلہ ذلکم وصاکم بہ لعلکم تتقون (۱۵۳ انعام)
(اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اسی پر چلو اور مختلف راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمہیں
اس کے راستے سے ہٹا دیں یہ ہے جس کی تمہیں وصیت کی ہے تاکہ تم بچو)

توحید اور تشریع کا یہی تلازم سورۃ نحل کی آیات ۱۱۴ تا ۱۵۵ میں موجود ہے
لیکن یہاں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے

ج۔ خود پرستی کی ایک بہت اہم اور ہمہ گیر شکل یہ ہے کہ جو لوگ ایک مدت
تک فارغ البالی اور خوش حالی کی زندگی بسر کر چکے ہوتے ہیں اور دولت و ثروت
اور اکتساب علم و فن کے وسائل ان کو حاصل ہوتے چلے آتے ہیں کچھ عرصہ کے تجربات
کے بعد اس حالت اس فارغ البالی کو اپنا استحقاق ذاتی اور اپنے علم و فراست کا ثمرہ
سمجھنے لگتے ہیں یہ وہی حالت فردی ہو یا جماعتی کسی کی گانٹھ ہے جس سے
ہزاروں مفاسد پیدا ہوتے ہیں اس کی بنا پر انسان کبر و غرور کا حامل بنے تو یہ شرک ہے اس
دنیا کے اندر جو کچھ ہے سب کا خالق اللہ ہے تمام وسائل و ذرائع اسی کے پیدا کئے
ہوئے ہیں اور ان وسائل و ذرائع پر ہم اپنے جن اختیارات اور طاقتوں کے ذریعہ
سے تصرف کرتے ہیں وہ سب بھی خدا ہی کا عطیہ ہیں (وھو الذی انشأ لکم
وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون) ہمارے
عروج و کمال کا کوئی درجہ ہمارے علم و فضل کا کوئی مرتبہ اور ہماری عظمت و شکوہ
کا کوئی مقام ایسا نہیں ہے جو ہمیں اس کی بندگی اور غلامی سے بے نیاز کر دے
ہم مسلمان دور العرض میں ہو کر بھی اس کے آگے ویسے ہی محتاج اور فقیر ہیں جیسے
مسلمان ابتدا دور میں تھے (رضی اللہ عنہم) احتیاج و افتقار ہماری ایسی صفت
ذاتی ہے جو کسی حال میں ہم سے منفک نہیں ہو سکتی۔

عرب جاہلیہ میں شرک کی یہ قسم بھی موجود تھی۔ وہ اپنی خوشحالی اور فارغ
البالی کو اپنے علم و تدبر کا نتیجہ اور اپنے استحقاق کا ثمرہ سمجھتے تھے آخرت کے
اول تو قائل نہیں تھے اور اگر ایک مختصر حصہ کے درجہ میں مانتے بھی تھے تو اس کے
لئے عمل و طاعت کی کسی سرگرمی کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے ان کا خیال تھا

کہ جس طرح ہم دنیا میں بہتر حالت میں ہیں اسی طرح آخرت میں بھی بہتر حالت میں رہیں گے۔ یہ بہرحال ہمارا امتحان ہوتا ہے۔ قرآن نے اسی ذہنی حالت کی تصویر کھینچی ہے۔

فاذا مس الانسان ضر دعانا	جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے ہم کو پکارتا
ثم اذا خولناه نعمة منا قال	ہے پھر جب ہم اس کو نعمت بخش دیتے ہیں
انما اوتيته على علم بل هي	کہتا ہے یہ تو مجھے اپنے علم کی بدولت ملی ہے
فتنة ولكن اكثرهم لا	مگر یہ آزمائش ہے لیکن اکثر
يعلمون	نہیں جانتے۔

یعنی انسان کوئی خزانہ علم و قابلیت سے نہیں پاتا خدا کے فضل سے پاتا ہے اور اس سے مقصود اس کی آزمائش ہوتی ہے کہ وہ شکر کرتا ہے یا ناشکری۔ لیکن اکثر اس آزمائش سے ناواقف ہیں اور وہ ناشکری ہی کرتے ہیں اور جو چیز خدا کی عنایت سے ملی ہے اس کو اپنے علم و قابلیت کا ثمرہ اور اپنا استحقاق ذاتی سمجھے گئے ہیں۔ الغرض جس طرح خدا کی ربوبیت اور بندہ وراثت میں شریک بن بیٹھے ہیں یہی جبر استکبار اور فساد فی الارض کی جڑ ہے۔ انسان کی ناشکری اور تکبر کا ذہنیت کی تصویر دوسری جگہ ہے۔

ولئن اذقناه رحمة منا من بعد	اگر ہم اس کو چکھائیں گے رحمت بعد اس
ضراء مسته ليقولن هذا	تکلیف کے جو اسے پہنچی کہے گا یہ میرا حق
لي وما اظن الساعة قائمة	ہے اور مجھے قیامت کے ہونے کا گمان
ولئن رجعت الى ربي ان	نہیں ہے اور اگر مجھے اپنے رب کی طرف

ولی عملہٗ للحسنیٰ   رسائی ہوا و میرے لئے وہاں بھی بھلائی ہی بھلائی

یہی وہ سبب ہے جس کا ذکر سورۂ مدثر میں ہے وجعلت لہٗ مالاً
ممدوداً و بنین شہوداً و مہدت لہٗ تمہیداً ثم یطمع ان ازید۔
آخری ٹکڑے ثم یطمع ان ازید (پھر توقع رکھتا ہے کہ میں زیادہ کروں گا)
کا مطلب یہ ہے کہ وہ خیال کرتا ہے کہ اگر بالفرض خدا کے ہاں جانا ہی ہوا تو جتنے
دنیا میں جو کچھ حاصل ہے اس سے زیادہ وہاں حاصل ہوگا کیونکہ اس عالم عظمت
و ثروت کو اپنے استحقاق کا نتیجہ سمجھتا ہے خدا کی بخشش اور آزمائش نہیں سمجھتا
اسی ذہنیت کی تصویر سورۂ معارج میں ہے فمال الذین کفروا قبلک
مہطعین عن الیمین و عن الشمال عزین ایطمع کل امرئٍ منہم
ان یدخل جنۃ نعیم کلا انا خلقنٰہم مما یعلمون۔ یہ تصویر ہے
اس حالت کی جو آنحضرت صلعم کو دعوت قرآن کے وقت پیش آئی۔ اہل استکبار
کے حیران اور جیسا دوسرا کی آیتیں جب آپ سناتے تو قریش کے ارباب اقتدار
و سعت خوش لگتی یہ تصور ان کے لئے بہت شاق تھا کہ ایک دن ایسا بھی
آنے والا ہے جس میں ہمدی اور پستی کی میزان ایمان اور عمل صالح کے ہاتھ میں
ہوگی اور ایک عرب سے غریب کسان اور ادنیٰ سے ادنیٰ مزدور بھی اسی بندگی
و اطاعت کے صلہ میں بڑے بڑے سرداروں کے لئے قابل رشک ہوگا وہ
جب قرآن کی یہ آیتیں سنتے تو تردید و استہزاء اور طعن و تسخر کے شوق میں
ہر چہار طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑتے اور اس استحقاق دانی کے گھمنڈ میں جو ایک
موروثی خوشحالی اور ریاست کا قدرتی نتیجہ ہے یہ کہتے کہ اگر ہم خدا کے ہاں

جائیں گے تو وہاں بھی ان ابرار سے اچھے ہی رہیں گے ہمیں جو کچھ حاصل ہے
ہمارے استحقاق ذاتی کا ثمرہ ہے کوئی بھی ہم سے چھین نہیں سکتا نہ دنیا
میں نہ آخرت میں ہم سدا ہی اس لئے ہوئے ہیں کہ حکومت کریں عیش و آرام
کریں اور لوگوں پر فخر و مباہات کریں قرآن نے جواب دیا کَلَّا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ
مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ہرگز نہیں ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اس چیز سے جس کو وہ جانتے
ہیں جس کو وہ جانتے ہیں کسی بتانے کی ضرورت نہیں ہے اس کی بے حقیقی
اور کمتری ان پر واضح ہے محض پانی کی ایک بوند کے لئے اپنی برتری اور پاکیزگی
ہے استحقاق ذاتی و موروثی اور اسے سرفرازی و کسی کا سر غرور نہیں لیا
اور جس انسان کی تمام توانائیاں اور قوتیں اور کمالیتیں دو ناتوانیوں کے درمیان
گھری ہوئی ہیں اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد
ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا وشیبۃ اس انسان کے لئے
یہ بات کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے بندگی سے بالاتر عمل اٹھا
سے بے نیاز اور خدا کی خدائی میں حصہ دار خیال کرنے لگے

یہی حقیقت سورہ نجم میں نہایت لطیف اسلوب سے بیان ہوئی ہے

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ	اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں و
لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا	جو کچھ زمین میں ہے تاکہ جن لوگوں نے بر
وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى	انکو ان کے کام کا بدلہ دے اور جن لوگوں نے
الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ	کی ان کو نیکی کا اچھا صلہ دے جو
وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ	آدمیوں کو بڑے گناہوں اور کھلی بدکاریوں

لہ دراصل یہی [illegible]

رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى

بے شک تمہارا رب بڑی وسیع بخشش والا ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب کہ تم کو زمین سے پیدا کیا اور جب کہ تم ماؤں کے پیٹوں میں جنین کی صورت میں تھے بس اپنی پاکیزگی کا دعویٰ مت کرو وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جنھوں نے پرہیزگاری اختیار کی

اس سے اوپر والی آیت میں ملائکہ کی سفارش کی تردید تھی۔ اس کے بعد جزا اور سزا کا حق ہونا بیان کیا اور فرمایا کہ اللہ کے ہاں کی کامیابی صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو کبائر اور فواحش سے بچیں اور اگر کبھی اس طرح کی گناہ کی نوبت آ جائے تو توبہ استغفار کے ایک ندامت سے دھو ڈالیں قابل تلافی ہے وہ لوگ جو اپنی پاکدامنی کے گھمنڈ میں مبتلا ہیں اور اپنے آپ کو بڑی چیز بلند پایہ ہستی جان رہے سمجھ رہے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خدا ان کے اس وقت سے بھی واقف ہے جب ان کو خاک سے پیدا کیا اور اس وقت سے بھی جب وہ پانی کی ایک بوند کی شکل میں اپنی ماؤں کے پیٹوں میں پڑے اور پھر ایک ساعت علقہ گوشت اور جنین کی صورت اختیار کی۔ ایسے نادان! غرور و خود کے لئے جس کی ابتدا اسی ناچیز سے ہے زیبا نہیں کہ وہ اسی برتری کے غرور میں مبتلا ہو اس کے پاس جو کچھ بھی ہے سب خدا کی بخشش ہے ایک ذرہ بھی اس کی قدرت و ملکیت کا مستحق نہیں ہے۔

اسی سرکار دہشت کی تصویر سورہ کہف میں ہے

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا رَجُلَيْنِ
جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ
مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ
وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا كِلْتَا
الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ
تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا
نَهَرًا وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ
وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ
مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا وَدَخَلَ جَنَّتَهُ
وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ
أَنْ تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا وَمَا
أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ
رُدِدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا
مِنْهَا مُنْقَلَبًا قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ
وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي
خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ
نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا لَٰكِنَّا
هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ

ان کے لئے دو شخصوں کی مثل بیان کر دو
ان میں سے ایک کے لئے ہم نے انگور کے دو باغ
بنائے ان کو کھجور کے درختوں سے گھیرا اور
ان کے درمیان کھیتی اگائی دونوں باغ
خوب پھل لائے کچھ کمی نہیں کی ہم نے
ان کے درمیان ایک نہر جاری کی اس میں پھل
آئے تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا اور
اس سے مباحثہ کر رہا تھا میں تم سے مال
میں زیادہ اور جمعیت میں قوی ہوں اور
اپنے باغ میں آیا اور وہ اپنی جان پر آپ
ظلم کر رہا تھا بولا میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ
کبھی برباد ہو سکے گا اور میں قیامت کے ہونے
کا گمان نہیں رکھتا اور اگر مجھے اپنے رب
کی طرف جانا ہی ہوا تو اس سے بہتر ٹھکانا
پاؤں گا اس کے ساتھی نے جواب میں کہا کیا تم نے اس
خدا کی انکاری کی جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر
نطفہ سے پھر تم کو ایک مرد بنا کر ٹھیک کیا لیکن میرا
تو وہی اللہ ہے میرا رب اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک

بِرَبِّي أَحَدًا ۵
یہ ایک معاشرت کی تصویر ہے جو عرب کی اجتماعی زندگی میں رچی بسی
رکھی گئی اور جس کے لئے عربی ادب میں اصطلاحی لفظ مسافر ہے اس پر
غور کیجئے تو ایک ایسے ذہن کے تمام مفاسد اس میں عریاں ہو گئے ہیں جو استغنا
ذاتی کے گھمنڈ میں مبتلا ہے اس کے جواب میں دوسرے بندۂ مومن نے
بعینہ وہی بات کہی ہے جو اور سورہ نجم اور معارج والی آیتوں میں گذر چکی
ہے یعنی اس کی خلقت اور اصل کی طرف توجہ دلائی کہ جس انسان کی اصل
مٹی ہے جو ابتدا میں صرف نجس پانی کی ایک بوند ہے اس کے لئے استغنا
ذاتی کا لفظ بالکل بے معنی ہے اور پھر کس خوبی کے ساتھ اس امر کو واضح کیا کہ
یہ استکبار اور استغنا ذاتی کا گھمنڈ شرک ہے جو شخص اس غرور میں مبتلا ہوتا
ہے وہ درحقیقت اپنے تئیں خدائی میں شریک بناتا ہے پھر اپنے آپ کو
اس شرک سے بری کیا ہے (لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا)
بعد کی آیت میں اس مغرور غلط معرور کے باغ کی تباہی کا ذکر ہے اور اس کی
حسرت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا (
اے کاش میں کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہ ٹھہراتا) اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ جب تک دولت و ثروت کی چکا چوند باقی رہی آنکھیں نہ کھلیں
اس وقت تک اپنی قوت و تدبیر تھی اپنی جمعیت و عصبیت تھی اپنے خدم و
حشم کی کار فرمائیاں تھیں لیکن جب اس کے ملک و مال کی بنیاد ڈھے گئی
اللہ کے سوا کوئی کام نہ آ سکے (وَلَمْ تَكُن لَّهُ فِئَةٌ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللّٰهِ

من الشاکرین فلما انجاهم — شکر گزار بندوں میں سے ہوں گے پھر
اذا هم یبغون فی الارض — جب ان کو نجات دے دیتے ہیں تو وہ زمین
بغیر الحق (۲۳- یونس) — میں سرکشی کرنے لگتے ہیں بغیر کسی استحقاق کے

یہی سرکار دہلیت ہے جس کا ذکر سورہ قصص میں ہے ۔

وابتغ فیما آتاک اللہ الدار — جو تجھ کو خدا نے دے رکھا ہے اس میں دار آخرت
الآخرة ولا تنس نصیبک — کی جستجو کر اور دنیا کے اندر سے اپنا حصہ
من الدنیا واحسن کما — بھول اور احسان کر جیسا کہ اللہ نے تجھ پر
احسن اللہ الیک ولا تبغ — احسان کیا ہے اور زمین میں فساد مت چاہ
الفساد فی الارض ان اللہ — اللہ فساد چاہنے والوں کو دوست نہیں
لا یحب المفسدین قال — رکھتا اس نے کہا سب کچھ تو میرے علم
انما اوتیتہ علی علم عندی — کی بدولت مجھے ملا ہے ۔

سورہ فجر میں ہے

فاما الانسان اذا ما ابتلاہ — لیکن انسان تو جب اس کو آزماتا ہے اس کا
ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول — رب اس کو عزت دیتا ہے اور نعمت دیتا
ربی اکرمن واما اذا ما ابتلاہ — ہے تو کہتا ہے میرے خدا نے میری
فقدر علیہ رزقہ فیقول — عزت کی اور جب اس کو آزماتا ہے اور اس کی
ربی اہانن (فجر) — روزی تنگ کرتا ہے تو کہتا ہے مجھے میرے خدا نے ذلیل

یعنی پایا تو سمجھ کر کہ لائق عزت ہوں اور مجھے جو کچھ ملا ہے میرے استحقاق کا
نتیجہ ہے، مغرور و متکبر ہو جاتا ہے اور زمین میں اکڑتا اور فساد دکھلاتا ہے

فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

۴- اہل کتاب کا شرک

اہل کتاب کے دو گروہوں کا ذکر قرآن نے کیا ہے یہود و نصاریٰ۔ یہ لوگ
آنحضرت صلعم کی رسالت کے سوا ان تمام اساسات دین کو تسلیم کرتے تھے جن پر ایمان
لانے کا قرآن داعی تھا یہاں تک کہ عقیدہ توحید بھی ان کے اور مسلمانوں کے
درمیان مسلّم تھا۔ یہ لوگ اصولاً اس کے منکر تھے نہ توریت انجیل کی تصریحات
کے خلاف اس کا انکار ممکن تھا لیکن اس مسئلہ پر ایمان رکھنے کے باوجود وہ بہت
سے ایسے اعمال و معتقدات میں مبتلا تھے جو کفر اور شرک کو مستلزم تھے۔ قرآن
نے اس مسئلہ کو اساس بحث قرار دے کر ان سے مطالبہ کیا کہ وہ ایسے اعمال
وعقائد کو یا تو اس سے پاک کر لیں یا توحید کا انکار کر دیں کہ اس کے لوازم کو
تسلیم کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو کر جس وادی میں چاہیں ٹھوکریں کھائیں
یا اس کے لوازم اور مقتضیات کو بھی تسلیم کریں اور اسی طرح جانچ کر کے اعمال
وعقائد کا جائزہ لیں اور جو بدعات و معتقدات ان میں توحید سے بالکل منافی
ہوگئی ہیں ان کو دور کریں۔ '[illegible]' عنوان سے بحث کا آغاز اس نقطے سے ہوا
کہ جب تم یہاں دنیا میں کہ خالق، روزی اور عالموں کا موجد آسمان و زمین کا مدبر
ہی ہے اور محض ان مسلمات سے انکار نہیں ہے تو پھر ایسی باتیں کیوں مانتے
ہو جو ان تمام مسلمات کے تار و پود بکھیر دیتی ہیں۔ اسی طرح ایک قدم آگے بڑھ کر
اہل کتاب سے نفس عقیدہ توحید کو مرکز قرار دے کر بحث کا آغاز ہوا کہ اگر عقیدہ

ہمارے اور تمہارے درمیان مانا ہوا ہے تو آؤ اسی کسوٹی پر اسے کھرے کھوٹے
امتحان کرلو فرمایا

قُلْ یٰاَہْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی
کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ
اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا
نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ
بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ
اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْہَدُوْا
بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

کہو اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف
جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہے
بندگی کریں کسی کی اور نہ ساجھی ٹھہرائیں
اس کا کسی چیز کو اور نہ بنائے ایک دوسرے
کو اس کے سوا رب پس اگر وہ اس
سے منہ موڑیں تو کہہ دو کہ ہم تو اللہ کے
فرماں بردار ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی اللہ کی بندگی کرنا، کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنانا
کسی کو خدا کے سوا رب نہ ٹھیرانا اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان مسلّم ہے
ان میں سے کسی ایک بات سے بھی یہود و نصاریٰ کو اختلاف نہ تھا۔ لیکن رب
نہ بنانے کا مفہوم وہ صرف یہ سمجھتے تھے کہ کسی کو خدا کے سوا رب نہ کہا جائے
اسے شریک خدا کی ربوبیت میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا تھا کہ جو حقوق و
صفات صرف خدا کے لئے مخصوص ہیں ان میں دوسروں کو بھی شریک کیا جائے
مثلاً تشریع اور قانون سازی اللہ تعالیٰ کے مخصوص اختیارات میں سے ہے اور کسی
کے لئے بھی یہ بات جائز نہیں ہے کہ اس کے ان اختیار میں کسی قسم کی مداخلت
کرے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی خدائی میں ساجھا لگانے کی
جرأت کا مرتکب ہوتا ہے اور اگر ہم خود اس کے لئے یہ حق تسلیم کرتے ہیں تو گویا اس

سے ہم اس کو رب یا خدا و مدبر کہیں لیکن درحقیقت ہم اس کو خدا کی حاکمیت و رب
میں شریک کر دیتے ہیں چنانچہ قرآن نے اسی بنیاد پر یہود و نصاریٰ دونوں ہی کو
اس امر کا مجرم قرار دیا کہ انہوں نے علماء اور صوفیوں کو اللہ کے سوا رب ٹھہراتے ہیں

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ	انھوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ
أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ	کے سوا رب ٹھہرا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو
ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا	حالانکہ ان کو بس حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف
إِلَٰهًا وَاحِدًا سُبْحَانَهُ عَمَّا	ایک ہی خدا کی بندگی کریں وہ پاک ہے ان
يُشْرِكُونَ (التوبہ ۳۱)	چیزوں سے جن کو یہ خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں

اس آیت سے متعلق احادیث میں عدی بن حاتم کا ایک سوال منقول ہے انھوں نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ یہود و نصاریٰ اپنے عالموں اور درویشوں کو رب تو نہیں کہتے آپ نے فرمایا کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ نے جو چیزیں حلال قرار دی ہیں ان کو وہ حرام کر دیتے ہیں تو تم ان کو حرام قرار دے دیتے ہو۔ اور جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کو وہ حلال کر دیتے ہیں تو تم ان کو حلال قرار دے دیتے ہو؟ عدی بن حاتم نے کہا۔

ہاں یہ بات تو ہے حضور نے فرمایا فتلک عبادتہم یہی ان کی پرستش ہے

اس سے معلوم ہوا کہ عدی بن حاتم کو یہ غلط فہمی تھی کہ جب تک زبان سے کسی کے خدا و مدبر ہونے کا اقرار نہ کیا جائے اس وقت تک وہ خدا اور رب نہیں ہو جاتا اور جب تک کسی کی رسمی عبادت نہ کی جائے اس وقت تک وہ معبود

ہیں ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلط فہمی کا ازالہ یوں فرمایا کہ کسی کو خدا اور کبھی
نہ کہو اگر وہ حقوق و اختیارات اس کو دیتے ہو جو خدا کے لئے مخصوص ہیں تو بعد
اس کے کہ تم زبان سے اس کو رب اور الٰہ کہو اس کو رب اپنے ہو اور بعد اس کے
کہ اس کی تو جائے رسمی طریقے بجا لاؤ اس کی پرستش کرنے والوں اور شریعت
ماننا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اس سبب پر تم جس کو سردار کرو
وہ خدا بن گیا اور تم اس کے بندے بن گئے زبان سے اس کو بندہ کہو یا نہ کہو
اس کی صحیح توجیہ سمجھنے کے لئے یہ تشریح کافی ہے لیکن اس کی مزید وضاحت
کے لئے چند معین مثالوں کا بیان کرنا انسب اور موضح ہوگا
اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے دو مشترک بیان ہوئے ہیں احبار و
رہبان کو رب بنانا، حضرت مسیح کو رب بنانا، ہم ان دونوں باتوں پر بالاجمال گفتگو
کریں گے۔

یہود کے متعلق یہ امر معلوم ہے کہ انھوں نے اپنی شریعت کی بہت سی
باتیں فراموش کر دی تھیں اور بہت کچھ عمداً گم کر دیا تھا (۲۱) اور بہت سے
مقامات میں تحریف کر ڈالی تھی مثلاً جہاں بنی اسرائیل کے اندر ایک بھی حاکم
کی بعثت یا ظہور نبی نامعلوم فرانی دیگر کا بیان تھا بہت سے احکام چھپائے
بالخصوص جو شرعی قتل نفس وغیرہ کے حدود سے متعلق تھے بہت سے
احکام پر انھوں نے شرعی حیلوں کے پردے ڈال رکھے تھے بہت سے
فتوے قال الٰہی کے بالکل خلاف محض اغراض دنیوی کے لئے لکھے تھے
یہ ساری باتیں قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں ظاہر ہے کہ

ان کی شریعت کے ان تمام گوشوں میں خدا کی حاکمیت بالکل معدوم ہو چکی تھی اور اس کی جگہ ان کے علماء اور فقہاء کے خودساختہ احکام و قوانین نے لے لی تھی

اسی طرح بائبل ہسٹری اور یہود کے نظام قضا و طریق قانون سازی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں اجتہاد بالکل معدوم تھا قاضی یا قاضی فیصل خصومات کے لئے مامور تھے وہ نئے مسائل میں جن کے بارہ میں کوئی صریح حکم موجود نہ ہوتا یہ نہیں کرتے تھے کہ تورات کے احکام اور اسے پہلے کے فیصلے سامنے رکھ کر اجتہاد کریں اور اسلام کے اصول کے مطابق خدا کی مرضی سے اُن بات معلوم کرنے کی کوشش کریں ان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ معاملہ کو کاہن اعظم کے سامنے پیش کرتے کاہن اعظم خدا کی مرضی معلوم کرنے کا قدرتی ذریعہ (NATURAL ORGAN) خیال کیا جاتا تھا کاہن اعظم یہ کرتا کہ وہ خیمۂ عبادت میں قدس الاقداس کے اندر جاتا جہاں تابوت ایک پردہ کے پیچھے رکھا ہوتا یہ مقام الہام ربانی کا مرکز خیال کیا جاتا تھا وہاں جو کچھ اس پر بطور احکام الہام ہوتے وہ ان احکام سے لوگوں کو مطلع کرتا اور لوگوں پر ان کی تعمیل واجب ہوتی بلنچلی اپنی کتاب دی تھیوری آف دی اسٹیٹ (THE THEORY OF THE STATE) میں مذہبی حکومت تھیاکریسی کے باب میں لکھتا ہے:

> قانون لئے ایک سونا منڈھے ہوئے صندوق میں رکھا رہتا جس کی دو کروبی حفاظت کرتے جس کی تعظیم الہام ربانی کے مرکز کی حیثیت سے کی جاتی تھی تابوت خیمہ کے اندر ایک پردہ کے پیچھے قدس الاقداس میں رہتا تھا کاہنوں کی طرف سے پورے اہتمام سے اس کی نگرانی ہوتی جس کا کاہن اعظم ہوتا کے

حکم معلوم کرنا ۔ لوگوں کو منع کرنا
نصاریٰ جو دین میں بدعت کی مصدر ماجور تھے د یہ خداسے ملے
ایک مرد ہے کیونکہ دین ما کی خاص صرف السرطان کے لئے مخصوص تھا
اگر کوئی معاملہ ان کے سامنے آتا جس کا فیصلہ ان کے لئے مشکل ہوتا
تو اس میں ان کے لئے ضروری ہوتا کہ لوگوں کے ذریعہ سے خدا کی مرضی
معلوم کریں

یہ مرحلہ ٹھیک ٹھیک بت پرست قوموں کی نقالی سے اور یہود نے اسے
مجاز کے زمانہ میں اس کو اختیار کیا ہوگا جس طرح مصر عراق شام وغیرہ کے
بت خانوں میں پجاری اور پروہت کسی اہم ضرورت کے وقت اپنے معبودوں
کے سامنے جا کر بالفاظ غیب کی زبان سے ان معبودوں کی مرضی معلوم کرتے
تھے یا جس طرح اہل عرب اپنے معبودوں کے سامنے فال کے تیروں کے
ذریعے سے ان کے احکام اور فیصلے معلوم کرتے تھے اسی طرح یہودیوں نے بھی
تابوت کو ایک معبود بنا لیا تھا جس معاملہ میں ان کو مشکل پیش آتی کاہن اعظم
تابوت کے سامنے جا کر یہوہ کے احکام اور فیصلے معلوم کر لیتا گویا تابوت کے
سامنے حاضری حصول الہام کے لئے کافی تھی۔ یہ کاہن معصوم اور ملہم خیال کئے
جاتے اس طریقہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ یہی لاوی (اربابا من دون اللہ) بن
بیٹھے اور ان کے وساوس و رجحانات نے دین و شریعت کی جگہ حاصل کر لی۔
نصاریٰ کے ہاں صورت معاملہ اس سے بھی زیادہ بگڑی ہوئی ہے نصاریٰ
کی اصلی حیثیت یہود کے ایک اصلاح یافتہ فرقہ کی تھی نہ کہ ایک مستقل امت کی

حضرت مسیح علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا
کرنے آیا ہوں یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تک اس کی ساری باتیں پوری نہ ہو لیں
ایک نقطہ بھی اپنی جگہ سے ٹل نہیں سکتا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کوئی نئی شریعت
نہیں دی اپنے پیروؤں حضرت روح دین کی تعلیم دی اور دنیاوی شرائع میں
اسی دین کی پیروی کا حکم دیا جو توریت میں موجود تھا صرف یہود کی بدعات کی حد تک
ان میں اصلاح فرمائی نصاریٰ کی ابتدائی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ
شروع میں حضرت مسیح علیہ السلام کے خلفا کی حیثیت یہی تھی وہ احکام و شرائع
میں تمام تر توریت کے متبع تھے لیکن پال نے مسیحیت کے تمام ظاہر و باطن کو
بالکل مسخ کر ڈالا اس نے نصاریٰ کو ایک مستقل نام اور ایک مستقل امت کی
حیثیت سے ممیز کیا اور غیر بنی اسرائیل کے لئے توریت کی پابندی منسوخ کرکے
شراب اور سور وغیرہ کو جائز قرار دیا حضرت مسیح علیہ السلام کے سچے خلفاء نے ان
مسائل پر اس سے بڑے بڑے مباحثے کئے لیکن اس کی بدعات و رسوم وغیرہ
کے مذاق کو اس قدر پسند کرنے والی تھیں کہ بالآخر انہیں کو فروغ ہوا اس طرح
مسیحیت نے ایک مستقل امت کی حیثیت اختیار کی لیکن ایک ایسی امت کی جو کتاب
شریعت سے محروم ہے کیونکہ انجیل احکام سے بالکل خالی ہے اور توریت کی
پیروی سے پال نے اس کو بری کر دیا تھا۔ لہٰذا تمام معاملات زندگی میں نصاریٰ
خدا کے بجائے اپنے علماء کی بدعات کے سپرد ہو گئے علماء جو کچھ کہتے وہ مدار
حکم ہوتا قسطنطین کے زمانے سے جب سلاطین روم کی تلوار نے مسیحیت کی امداد
کی جگہ اس کی حمایت کا رنگ اختیار کیا پوپ کی عظمت کا یہ حال ہوا کہ ایک طرف

پوپ کے احکام روانہ ہوئے۔ دوسری طرف بادشاہ کا فرمان کہ ان احکام کی خدائے
ذوالجلال کے احکام کی حیثیت سے پیروی کی جائے بالآخر انہوں نے اس درجہ ترقی
کہ ان مقدس علماء کو یہ اختیار حاصل ہوگیا کہ زمین پر جو باندھتے وہ آسمان پر باندھا
جاتا اور زمین پر جو کھولتے وہ آسمان پر کھولا جاتا ان کی زبان خدا کی ترجمان
تھی یہاں تک کہ زمین پر جس کو بخش دیتے وہ آسمان پر بھی بخش دیا جاتا۔
اسی طرح نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی رب بنالیا عیسائیوں
کے علم کلام اور مذہبی صاحبان کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عقیدہ کا بانی بھی
پال ہے مسیح علیہ السلام کے بعد جیسا کہ معلوم ہے یہی تھے لیکن پال یونانی
فلسفہ اور یونانی تصوف کا ماہر تھا اس نے انجیل کی شرح ایک نئے رنگ سے شروع
کیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے مسیح کے ان پڑھ شاگردوں کے الفاظ کی پیروی
صرف اس لیے جو حقائق و رموز کے سمجھنے سے قاصر تھے مگر میں براہِ راست
نظر بند مسیح سے ملا ہوں لیکن یہ کہ پال عبرانی زبان سے بالکل
ناواقف تھا اس کا تعلق انجیل کی اصل زبان کے ساتھ وہی تھا جو کسی عجمی جاہل
کا قرآن کی زبان کے ساتھ ہوتا ہے جس طرح اسلام کی تاریخ میں ہم دیکھتے
ہیں کہ دین میں مذاہب کے فتنے مفسران عجمیوں کی بدولت اٹھے جو قرآن مجید
کی اصل زبان سے عموماً ناواقف تھے اور ساتھ ہی ان کے دماغ عجمی فلسفہ
و تصوف سے مسموم تھے اسی طرح پال نے جو انجیل کی اصل زبان سے
ناواقف اور یونانی فلسفہ و تصوف کا ماہر تھا انجیل اور نصرانیت کا بالکل حلیہ
بدل ڈالا اس پر باطنیت (GNOSTICISM) کا رنگ غالب تھا اور اسکی

یہ ہم گرسیوں میں جو حسن اصل محرک کی حیثیت سے نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی طرح
رومیوں کے اندر عیسائیت کو مقبول بنائے اس دور اور اس محرک کے ساتھ
اور اس کو حضرت مسیح کی اصلی زندگی اور ان کی واقعی تعلیمات سے کوئی دلچسپی نہیں
ہو سکتی تھی اس کی رغبت کی جس میں دیر پا ہو سکتی نہیں جو اس کے فلسفہ باطنیت
کے ساتھ میل رکھتی ہوں اور جس کو آسانی کے ساتھ رومی میتھالوجی سے ہم
آہنگ کیا جا سکے اس کی ساری بدعتوں کے اندر اس کا یہ دور اکھرا ہوا نظر
آتا ہے لیکن ہم یہاں صرف الوہیت مسیح کی بدعت کی کسی قدر وضاحت کرنا
چاہتے ہیں۔

انجیل میں مسیح علیہ السلام کے لئے بیٹے (ابن) اور کلمۃ اللہ اور خدا کے لئے
باپ (اب) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ساتھ ہی جگہ جگہ ان کو ابن آدم
بھی کہا گیا ہے اور وحدانیت کی بھی نہایت واضح لفظوں میں تعلیم دی گئی ہے
مسیح کے سچے شاگردوں کو ان باتوں کے سمجھنے میں کوئی الجھن نہیں پیش آئی۔
عبرانی زبان میں 'ابن' کا لفظ عبد اور بیٹے کے مفہوم میں مشترک ہے اسی طرح
'اب' کا لفظ باپ اور رب کے معانی میں مشترک ہے ان کو نہ ابن کے لفظ
سے کوئی دھوکا ہو سکتا تھا نہ اب کے لفظ سے اور بالفرض لفظ کے اشتراک
سے اگر کوئی ابہام سا الجھن ہو سکتا تھا تو توحید کی واضح تعلیمات اس کے ازالہ
کے لئے کافی تھیں اور اہل حق کا طریقہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ مشتبہ چیزوں پر
عقائد کی بنیاد نہیں رکھتے بلکہ ان کی تاویل واضح تعلیمات اور قطعی اصولوں
کی روشنی میں کرتے ہیں لیکن پال کے لئے انجیل کے انہی الفاظ کے اندر

ان فرقوں میں سے آریوسی فرقہ صحیح نصرانیت کے نمائندے سمجھے
جاتے تھے اگرچہ دوسرے فرقوں کے دباؤ اور رجحان عام کے اثر سے یہ لوگ
بھی بعد میں حضرت مسیح کو مقام بشریت سے کچھ بالا ہی خیال کرنے لگے تھے
عقیدۂ تثلیث باطلہ کے ابطال میں اس فرقہ کی مساعی بے مثل ہیں۔ تیسری
صدی کے اواخر اور چوتھی صدی کے اوائل میں اس فرقہ کی آواز بہت جاندار
بنی تھی اور ایک خاص واقعہ نے مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور عبدیت کے
متعلق تمام فرقوں کو بری طرح دست وگریباں کر دیا تھا اس وقت تک رومی
شہنشاہی کے اندر مسیحیت کافی پھیل چکی تھی اور یہ اختلافات سلطنت کے
امن کے لئے سازگار نہ ہو سکتے تھے اس وجہ سے قسطنطین نے مسیحیت کے قلع
قمع کرنے کی وہ پالیسی جو اس کے پیشروں نے اختیار کر رکھی تھی ترک کر کے مسیحیت
[illegible] کی پالیسی اختیار کی۔ اس کی سب سے پہلی کوشش یہ ہوئی کہ کسی طرح
ان برسرِ پیکار اور متصادم فرقوں میں اتحاد کرائے اس کے بغیر سلطنت کا
مستقل خطرہ میں پڑ جاتا تھا اس کے لئے سب سے پہلے ۳۱۴ء میں اس نے
آرلس میں چرچ کی ایک کونسل منعقد کی لیکن مسئلہ متعلقہ میں کوئی خاص کامیابی
نہیں ہوئی تاآنکہ ۳۲۵ء میں اس کے ایما سے چرچ کی ایک جنرل کونسل نیسیا
(NICEA) میں منعقد ہوئی اور گو وہ خود اس وقت باضابطہ عیسائی نہیں تھا
تاہم اس نے کونسل کی صدارت کی۔ یہ کونسل بہت اہم تھی۔ اس میں عیسائیت
کے تمام فرقوں اور تمام کلیسوں کے ذمہ دار نمائندے موجود تھے۔ اصلی جرگہ آریوسی
فرقہ اور الوہیت مسیح کے معتقدین کے درمیان تھا اس کونسل کی روداد نہایت

سے مردود ہے ۔

نیقیہ کی کونسل کے بعد سے یہی عقیدہ مسیحی دنیا کا اصلی عقیدہ ہے اور آریوس اور اس کے ساتھیوں کی علانیہ تکفیر کردی گئی اس کونسل کے بعد سے صرف چرچ ہی کا نہیں بلکہ اسٹیٹ کا بھی مذہب بن گیا اور اس کی تائید کے لئے حکومت کی تلوار بھی بے نیام ہو گئی اس وجہ سے آریوس کے بہت سے ساتھیوں نے بھی اس کی تائید ہی میں امان دیکھی کس قدر حسرت اور عبرت کا مقام ہے کہ جن عیسائیوں نے پوری پوری صدیاں انسانوں کی خدائی کے انکار کے جرم میں سلاطین روم کے دل ہلا دینے والے مظالم و شدائد کے شکنجہ میں گزاریں، تلواروں سے قیمہ کر دیئے گئے آگ میں جھونکے گئے درندوں سے پھڑوائے گئے لیکن انسانوں کی خدائی سے برابر انکار کرتے رہے وہی عیسائی، نیقیہ میں جمع ہو کر ایک کافر بادشاہ کی رہنمائی میں مسیح کی خدائی کے محضر پر اس عزم و جزم کے ساتھ اپنی مہر تصدیق ثبت کر دیتے ہیں۔

اس کونسل کے بعد اور اس کے بعد کی صدیوں میں بہت سی کونسلیں منعقد ہوئیں جن میں بہت سے جزئی اختلافات بھی آئے کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ آریوس کے حامیوں نے زور بھی پکڑا تھا یہاں تک کہ قسطنطین کے جانشینوں میں سے بھی بعض نے آریوسی عقیدہ اختیار کر لیا لیکن یہ سب عارضی اور وقتی چیزیں تھیں مرکزیت اسی عقیدہ کو حاصل رہی اور مشہور گبن کے لفظوں میں اب اسی عقیدہ کے اسرار و رموز کو حل کرنے کا نام مسیحیت ہے۔

عیسائیوں کے یہی وہ مشرکانہ عقائد ہیں جن کی قرآن نے نہایت تفصیل

کے ساتھ پرورش کی ہے ہم بعض آیتیں نقل کرتے ہیں

قالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ ذلک قولہم بافواہہم یضاھئون قول الذین کفروا من قبل قاتلہم اللہ انی یؤفکون (توبہ)

یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہ ان کے منہ کی بات ہے ان لوگوں کی مشابہت کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں بھٹکے ہیں

ذلک قولہم بافواہہم، یہ ان کے منہ کی بات ہے یعنی اللہ
نے نہیں بتائی ہے، ان کی بدعت ہے کتاب الٰہی میں اس کی سند نہیں ہے
یضاھئون قول الذین کفروا من قبل، ان سے پہلے کے کافروں کی مشابہت
کرتے ہیں یعنی بلا فکر و تدبر اگلوں کی بات دہرا رہے ہیں اور قرآن کی توضیح
و تشریح کے بعد بھی غور نہیں کرتے کہ اصل حقیقت کیا ہے ایسی لوگوں کو خطاب
کر کے دوسری جگہ فرماتا ہے یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق
ولا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا من قبل واضلوا کثیرا وضلوا عن
سواء السبیل (اے اہل کتاب (نصاریٰ)) اپنے دین میں حق سے ہٹ کر
غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے گمراہ ہوئے
اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے) یعنی اس تمام نصاریٰ کی جڑ
آثار پرستی ہے جو ضلالت اگلوں سے چلی آ رہی ہے بے سوچے سمجھے اسی
کی پیروی کر رہے ہیں اور تقلید اعمیٰ نے ان کو صحیح تعلیم کی طرف توجہ کرنے

سے محروم کر دیا ہے۔

ان آیات میں ان کے شرک کو کفر سے تعبیر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شرک حقیقت کے اعتبار سے کفر ہی ہے اس میں صرف خدا کو ماننا مقصود نہیں ہے بلکہ اس کے جمیع صفات کمال کے ساتھ ماننا مقصود ہے۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح ابن مریم قل فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یهلک المسیح ابن مریم وامه ومن فی الارض جمیعا ولله ملک السموات والارض وما بینهما یخلق ما یشاء واللہ علی کل شیء قدیر (مائدہ)

ان لوگوں نے کفر کیا جو کہتے ہیں اللہ وہی مسیح بن مریم ہے کہہ دو کون اس کے مقابل میں کسی چیز پر اختیار رکھتا ہے اگر وہ ارادہ کرے کہ ہلاک کر دے مسیح بن مریم کو اور اس کی ماں کو اور ان سب کو جو زمین میں بستے ہیں اور اللہ ہی کیلئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین اور ان چیزوں کی جو ان کے درمیان ہیں پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت میں مخاطب وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح کو خدا کا اوتار مانتے تھے اور چونکہ الوہیت مسیح کی ایک بڑی دلیل ان کی خارق عادت ولادت بھی تھی اس وجہ سے آیت کے آخری حصہ میں اس کی تردید کی ہے اس خیال کی تردید قرآن نے مختلف جگہ مختلف طریقوں سے کی ہے بعض جگہ ان کو حضرت آدم سے تشبیہ دی ہے کہ بن باپ کے پیدا ہونا اگر دلیل الوہیت ہے تو آدم بھی الٰہ ہیں بعض سورتوں میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کو حضرت

مسیح علیہ السلام کی سرگزشت کا مقدمہ قرار دیا ہے کہ اگر اسباب مادیہ کے خلاف
پیدا ہونا الوہیت کی دلیل ہے تو مرد کی سردی اور عورت کے بانجھ پن کے باوجود
کسی لڑکے کی ولادت بھی خرق عادت ہے لیکن تم حضرت یحییٰ کو خدا نہیں مانتے

سورہ مائدہ میں ہے -

لقد كفر الذين قالوا ان الله
هو المسيح ابن مريم وقال
المسيح يبني اسرائيل
اعبدوا الله ربي وربكم انه
من يشرك بالله فقد حرم
الله عليه الجنة ومأوىه
النار وما للظلمين من انصار
لقد كفر الذين قالوا ان الله
ثالث ثلثة وما من اله الا اله
واحد ما المسيح ابن مريم
الا رسول قد خلت من
قبله الرسل وامه صديقة
كانا ياكلان الطعام

لاریب ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے
کہا کہ اللہ وہی مسیح بن مریم ہیں اور مسیح
نے کہا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو
میرا اور تمہارا رب ہے بے شک جو
اللہ کا ساجھی ٹھہرائے گا تو اللہ نے اس پر جنت
حرام کی ہے، اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور
ظالموں (مشرکوں) کے لئے کوئی مددگار نہیں
ہے بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں
نے کہا اللہ تین کا تیسرا ہے نہیں کوئی
معبود مگر ایک ہی ہے مسیح بن مریم مگر ایک
رسول ان سے پہلے بہت سے رسول گذر
چکے ہیں اور ان کی ماں صدیقہ تھیں اور دونوں
کھانا کھاتے تھے۔

اس آیت میں حلول اور تثلیث دونوں کے قائلین کی تردید ہے اور ان
دونوں فرقوں کے دعوے کے خلاف خود مسیح علیہ السلام کا بیان پیش کیا ہے کہ

ان اللہ ربی و ربکم اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے انجیل
میں حضرت مسیح جو فرماتے ہیں کہ میرا باپ اور تمہارا باپ' قرآن نے یہ اس کی
ٹھیک ٹھیک تفسیر فرمائی ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ عبرانی میں اب کا لفظ باپ
اور رب کے مفہوم کے لئے مشترک ہے آیت کے آخر میں ماں اور بیٹے دونوں
کے کھانا کھانے کو بھی ان کی بشریت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کھانا کھانا
بشریت کی ایک ایسی دلیل ہے جو بنی اسرائیل میں مسلم تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے پاس جو مہمان آئے تھے انہوں نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا لیکن جب
انہوں نے کھانے کی طرف التفات نہیں کیا تو حضرت ابراہیم کو فوراً اندیشہ
ہوا کہ یہ لوگ بشر نہیں فرشتے ہیں۔

انجیل لوقا میں ہے کہ ایک مرتبہ خود مسیح علیہ السلام نے بھی کھانا کھا کر اپنے
شاگردوں کو اپنی بشریت کا یقین دلایا۔ اٹھائے جانے کے بعد جب وہ دوبارہ
اپنے شاگردوں کے پاس آئے تو شاگرد بہت گھبرائے اور ان کی باتیں سن کر
ان کو یہ گمان گزرا کہ کوئی روح ان سے باتیں کر رہی ہے حضرت مسیح علیہ السلام
نے ان کے اس وہم کو یوں دور کیا۔

> انہوں نے ان سے کہا تم کیوں گھبرائے ہو اور کس واسطے تمہارے
> دل میں شک پیدا ہوتے ہیں میرے ہاتھ میرے پاؤں دیکھو کہ میں ہی
> ہوں مجھے چھو کر دیکھو کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا
> کہ مجھ میں دیکھتے ہو اور یہ کہہ کر اس نے انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے جب
> مارے خوشی کے ان کو یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اس نے ان سے کہا

نہیں تمہارے پاس کچھ کتاب کی گواہی انھوں نے اسے کوئی چونی تحییل کا ملہ
پاس نے کے گراں کے رہ رکھا (رکوع ۲۲ ۲۹ سورہ)

اسی سلسلہ میں قرآن مجید کی وہ عظیم سورہ بھی پڑھ لینی چاہئے جو نصاریٰ کے مشرکانہ ضلالتوں کی سب سے بڑی جامع تردید ہے یعنی سورہ اخلاص

قل ھو اللہ أحد اللہ الصمد ۔ کہہ دو وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے
لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ ۔ نہ وہ باپ ہے نہ وہ بیٹا ہے نہ کوئی
کفوا احد (اخلاص) ۔ اس کی برابری کا ہے

اس سورہ کے ایک ایک لفظ کا صحیح وزن سمجھنے کے لئے مناسب ہوگا کہ ادر مسیحی کونسل کا مرتب کیا ہوا مسیحی عقیدہ، جو ہم نقل کر آئے ہیں، اس کے الفاظ پر غور کر کے ایک مرتبہ اور پڑھ لیا جائے اس وقت کسی قدر اندازہ ہو سکے گا کہ یہ سورہ اس عقیدہ ضلالت کی ایک ایک اصل کو کس طرح ڈھا رہی ہے یہی وجہ ہے کہ ایک زمانہ میں نصاریٰ کو اس سورہ سے اس قدر چڑ رہی ہے کہ اگر وہ کسی کو اپنے مذہب میں داخل کرتے تو اس سے نعوذ باللہ اس خدا پر لعنت کرواتے جس کی صفت اس سورہ میں بیان کی گئی ہے

یہاں تک احبار و رہبان اور حضرت مسیح علیہ السلام کو رب بنانے کی بحث بیان ہوئی ہیں لیکن قرآن نے اہل کتاب کو بعض دوسرے اقسام شرک کا بھی مجرم قرار دیا ہے فرمایا

یا ایھا الذین اوتوا الکتب ۔ اے وہ لوگو جن کو کتاب دی گئی ہے ایمان

أمِنوا بما نزلنا مصدقا لما
معكم من قبل أن نطمس وجوها
فنردها على أدبارها أو
نلعنهم كما لعنا أصحاب
السبت وكان أمر الله مفعو لا
إن الله لا يغفر أن يشرك
به ويغفر ما دون ذلك لمن
يشاء ومن يشرك بالله فقد
افترى إثما عظيما ألم تر إلى
الذين يزكون أنفسهم
بل الله يزكي من يشاء ولا
يظلمون فتيلا انظر كيف
يفترون على الله الكذب
وكفى به إثما مبينا ألم تر إلى
الذين أوتوا نصيبا من الكتاب
يؤمنون بالجبت والطاغوت
ويقولون للذين كفروا
هؤلاء أهدى من الذين
آمنوا سبيلا

لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا ہے مطابق
اس چیز کے جو تمھارے پاس ہے اس سے
پہلے کہ ہم مٹا دیں چہروں کو پس پھیر دیں ان کو
ان کے پیچھے کی طرف یا ان پر لعنت کریں جس طرح
سبت والوں پر لعنت کر دی اور خدا کی بات
ہو چکی ہے بیشک اللہ اس بات کو نہیں
بخشے گا کہ اس کا ساجھی ٹھہرایا جائے اور اس
کے سوا جو کچھ ہے اس کو بخش دے گا جس کے
لئے چاہے اور جو کوئی اللہ کا ساجھی ٹھہرائیگا
وہ اس نے بہت بڑا گناہ گڑھا کیا تم نے
ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکی کا دعوی
کرتے ہیں بلکہ اللہ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا
ہے اور ذرا بھی ان کے ساتھ کمی نہیں کی
جائے گی دیکھو کس طرح اللہ پر جھوٹا بہتان
لگاتے ہیں اور کھلا ہوا گناہ ہونے کے لئے
یہ کافی ہے کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں
دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ ملا وہ ایمان لاتے
ہیں جبت اور طاغوت پر اور کہتے ہیں کافروں
کو کہ یہ ایمان والوں سے زیادہ راہ پر ہیں

اس آیت میں اہل کتاب کے لئے ایمان بالقرآن کی دعوت کے ساتھ یہ وعید بھی ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو مستحق ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کے چہرے مسخ کردے اور جس طرح سبت کی حرمت برباد کرنے والوں پر لعنت کی گئی اسی طرح ان پر بھی لعنت کردی جائے آنکھ کان دماغ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے فائدہ اٹھانے کے لئے بخشی ہیں اگر کوئی قوم ان چیزوں کو رکھ کر ان سے فائدہ نہیں اٹھاتی اور خدا کی آیتیں نہ اس کو دکھائی دیتی ہیں نہ سنائی دیتی ہیں تو وہ مستحق ہے کہ ان نعمتوں سے محروم کردی جائے اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا، البتہ اس کے علاوہ جو گناہ ہیں ان کو جس کے لئے چاہے گا معاف کردے گا اس کے بعد اہل کتاب کے تین شرک گنائے (۱) اپنی پاکی اور برتری کا دعویٰ (۲) ایمان بالجبت والطاغوت (۳) حمایت شرک یہاں ہم ان تینوں کی شرح کریں گے لیکن طوالت سے بچنے کے لئے اختصار کو پیش نظر رکھیں گے۔

۱۔ پاکی و برتری کا دعویٰ۔

الم تر الی الذین یزکون انفسہم (ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جو اپنی پاکی کا دعویٰ کرتے ہیں) سے یہود و نصاریٰ کے اس خیال کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں جگہ جگہ ہوا ہے سورہ مائدہ میں ہے۔

وقالت الیہودُ والنصریٰ	اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں ہم اللہ کے
نحن ابناءُ اللہ وَاحباءُہٗ	بیٹے اور اس کے دوست ہیں پوچھو پھر خدا
قل فلم یعذبکم بذنوبکم	تمہیں تمہارے گناہوں کے بدلے میں سزا

بل انتم بشر ممن خلق یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء

کون رہا ہے بلکہ تم بھی خدا کی مخلوق کے عام آدمیوں کی طرح ہو وہ بخشے گا جس کو چاہے اور سزا دے گا جس کو چاہے ۔

سورہ جمعہ میں ہے

قل یا ایها الذین هادوا ان زعمتم انکم اولیاء لله من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین

کہہ دو اے لوگو جو یہودی ہوئے اگر تمہارا خیال ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو لوگوں کے علاوہ تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔

اوپر مشرکین کے سلسلہ میں خود پرستی کے عنوان سے، ہم جو کچھ لکھ آئے ہیں اس معاملہ کو سمجھنے کے لئے اس پر ایک نظر ڈال لینا مفید ہوگا مشرکین اور اہل کتاب کے غلو میں مشابہت کا ذکر قرآن نے کئی جگہ کیا ہے ۔ یعنی اور مجمل یہ ہے جس طرح مشرکین خانہ کعبہ کی بدولت ایک عرصہ تک مرجع خلائق رہے اور اس فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے رہنے کی وجہ سے اس خبط میں مبتلا ہو گئے تھے کہ یہ جو کچھ انہیں حاصل ہے ان کے استحقاق ذاتی کا ثمرہ، ان کے حسب ونسب کا لازمی نتیجہ اور ان کے علم وہنر کا کرشمہ ہے وہ اسی حال میں رہتے ہیں اور اسی حال میں رہیں گے یہ عزت یہ شان یہ سروری ان کا لازمی خاصہ ہے جو کبھی ان سے منفک نہیں ہو سکتا ٹھیک اسی طرح اہل کتاب بھی ایک عرصہ کی متوارث عظمت دینی و دنیاوی کی مسند پر متمکن رہنے کی وجہ سے اس خبط میں مبتلا ہو گئے تھے کہ قوموں کی

سرپرستی اور قیادت ان کا فطری اور قدرتی منصب ہے جس پر وہ اس لئے
سرفراز کئے گئے ہیں کہ وہ خدا کی برگزیدہ مخلوق اس کے محبوب اور چہیتے اور اس
کے محبوبوں اور برگزیدوں کی اولاد ہیں۔ توریت وغیرہ میں جو عزتیں اور بڑائیاں
صفات و حقوق کے ساتھ وابستہ کی گئی تھیں وہ یہود کی تمام انھوں نے نسل و
نسب کے ساتھ وابستہ کر دیں اور برکتوں اور عنایتوں کے جو وعدے اعمال
و احوال کے ساتھ مشروط کئے گئے تھے وہ انھوں نے قوم و جماعت کے
ساتھ مشروط کر دئے اس خبط میں پڑ جانے کے بعد ان کا سارا اعتماد اس
بات پر رہ گیا کہ وہ ابراہیم اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کی اولاد ہیں اور ان اکابر
کی اولاد میں ہونا ہی خدا کے تقرب اور نجات کے لئے کافی ہے عمل و اطاعت
کی چنداں ضرورت نہیں ہے یہیں سے ان کو یہ خیال بھی پیدا ہو گیا کہ ہم کو
آگ ہمیں چند دنوں سے زیادہ نہیں چھوئے گی خلود فی النار کی سزا
ہمارے لئے نہیں ہے یہیں سے یہ خبط بھی پیدا ہو گیا کہ نبوت و ہدایت
کی گدی اب صرف ہمارے ہی نسل سے لگی ہے کوئی دوسری قوم اس پر
وسیلہ نہیں بن سکتی قوم ہماری قوم ہی ہماری اور ہدایت ہماری ہدایت ہو
جو ہمارے اندر ہے وہ دائرہ نجات سے جو ہم سے باہر ہے وہ گمراہ ہے یہود
کے اسی غرور کی بنا پر حضرت مسیح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم اولاد ابراہیم میں
سے ہونے پر گھمنڈ نہ کرو خدا ابراہیم کے لئے زمین کے ذروں سے اولاد پیدا
کر سکتا ہے قرآن نے ان کے پندار کے خیالات سورہ بقرہ وغیرہ میں نقل
کئے ہیں اور ان کو امانی غلو و تحریف اصول وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا ہے

اور اس میں ایک ایک وہم کی تردید کی ہے اور ان خیالات ہی کی بنا پر ان کو نبی ﷺ کی پیروی سے محروم قرار دیا، اُن کو لنفرق بین الرسل کا مجرم ٹھہرایا یہاں تک کہ ان کو اسلام خدا کی بندگی اور اخلاص یعنی توحید سے بھی محروم قرار دیا اور ان کی دعوت کو یوں "کونوا ھودا او نصاری تھتدوا (یہودی ہو جاؤ یا نصاریٰ راہ یاب ہوگے) کی جگہ امت وسط یعنی مسلمانوں کا کلمہ بتایا۔

قولوا آمنا بالله وما أنزل
الينا وما أنزل الى ابراهيم
واسمٰعيل واسحٰق ويعقوب
والاسباط وما أوتي موسى و
عيسى وما أوتي النبيون
من ربهم لا نفرق بين
أحد منهم ونحن له
مسلمون فان آمنوا بمثل
ما آمنتم به فقد اهتدوا
وان تولوا فانما هم في
شقاق فسيكفيكهم الله و
هو السميع العليم صبغة الله
ومن أحسن من الله صبغة
ونحن له عابدون قل

کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو
ہماری طرف اتاری گئی اور ابراہیم اسمٰعیل اسحٰق
یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو دی گئی موسیٰ
اور عیسیٰ کو اور جو ملی نبیوں کو ان کے رب کی
طرف سے ہم ان میں سے کسی کے درمیان
کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار
ہیں پس اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان
لائے تو وہ راہ یاب ہوئے اور اگر وہ اعراض
کریں تو وہ جھگڑے میں پڑے ہوئے ہیں
اور تمہاری طرف سے اللہ ان کے لئے کافی
ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے اللہ
کا رنگ ہے اور اللہ سے رنگ میں کون
بہتر ہے اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے ہیں
کہو کیا تم ہم سے اللہ کے بارہ میں جھگڑتے

اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا وربکم ولنا اعمالنا ولکم اعما لکم ونحن لہ مخلصون	ہو حالانکہ وہی ہمارا رب ہے اور تمہارا رب بھی ہے اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں اور ہم اسی کے لئے خالص ہیں
(۱۳۶ - ۱۳۹ بقرہ)	

اس آیت میں نحن لہ مسلمون نحن لہ عابدون، ونحن لہ مخلصون کے الفاظ خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں ان جملوں میں اہل کتاب کو بتلایا ہے کہ ہم مسلم ہیں نہ خدا کی بندگی کرنے والے ہیں نہ موحد ہیں۔ جو خدا کا فرمانبردار خدا کا بندہ و غلام اور صرف اللہ واحد ہی کا ماننے والا ہوگا وہ اسے بئیں کے رنگ میں رنگے گا یہودیت یا نصرانیت کے رنگ سے کیوں ملوث ہوگا وہ اللہ کی ہدایت کی پیروی کرے گا وہ جس شکل اور جس زمانے میں آئے اور ہر رسول پر ایمان لائے گا خواہ وہ کسی قوم میں مبعوث ہوں وہ یہ نہیں کرے گا کہ کسی کو مانے اور کسی کو انکار کر دے۔ یہ ساری باتیں اخلاص اور توحید کے منافی ہیں یہ تم خدا کی بندگی نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنی اپنی قوم کی اور اپنے ؟ کی پرستش کر رہے ہو۔

یہ آیت ان مسلمانوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہے جو الگ الگ اماموں کی عصبیت میں گرفتار ہیں اور اپنے ہی گروہ کے امام یا علماء کے اندر حق و ہدایت کو محصور مانے ہیں انہیں سوچنا چاہیئے کہ اگر کسی ایک انبیاء کی کسی ایک جماعت پر جم جانا اور دوسروں کا انکار کر دینا جائز نہیں ہے اور یہ اخلاص و توحید کے منافی ہے

(کسی ایک امام یا علماء کی کسی ایک جماعت کے اندر حق کو محدود کر دیا جانا
پس اجماع ہدی اللہ و سنت رسول اور توحید کی روح سے کس طرح ہم آہنگ
ہو سکتا ہے!

۲۔ایمان بالجبت والطاغوت

جبت سے مراد سحر، سعد سے گنڈے تعویذ ٹونے ٹوٹکے اور دل جفر
وغیرہ ہیں، اسمٰعیل ہسٹری اور یہود کی تاریخ بتاتی ہے کہ انھوں نے کلدان کے کاہن علوم
سفلیہ سیکھ لئے تھے یہ چیزیں تاریخ کے ہر عہد میں اہل، اہمیت کے لئے فتنہ
رہی ہیں یہ چیزیں مذہب کی اصلی روح کی موت کی نشانی ہیں جس دن
یہ ملے کسی قوم میں ظاہر ہوتے ہیں وہی دن مذہب کی پاک تعلیم کے زوال
کا دور اول ہوتا ہے۔ جو لوگ ان چیزوں میں مبتلا ہوتے ہیں کتاب الٰہی
سے ان کا انقطاع لازمی ہے ان دونوں کے سرچشمے دو ہیں ایک کا مصدر
منبع شیطان ہے اور دوسرے کا سرچشمہ رحمان ہے جو لوگ شیطان سے
رشتہ جوڑتے ہیں ان کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ خدا سے کٹ جائیں اور رسول
کی تعلیم اور اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیں یہود کا یہی حال ہوا سورہ بقر
میں ان کی اسی جبت پرستی کا ذکر ہے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ	اور جب آیا ان کے پاس ایک رسول اللہ
عِندِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا	کے پاس سے مطابق اس چیز کے جو ان کے
مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ	پاس ہے ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے

میں ہے فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ یہاں اس کے مقابل سے واضح ہے کہ طاغوت سے مراد ما سوا اللہ ہے سورہ نحل میں ہے کہ ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت (سورہ نساء) میں ہے الذین آمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت اس کے بعد فرمایا فقاتلوا اولیاء الشیطان جس سے معلوم ہوگا کہ طاغوت سے مراد شیطان ہے اور شیطان سے مراد شیاطین الانس والجن دونوں ہیں اور قرآن میں غیر الٰہی دعوت و اطاعت کے لئے یہ ایک جامع تعبیر ہے۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ اس لفظ کو کتاب الٰہی اور طریقہ رسول کی ضد کے لئے استعمال کیا الم تر الی الذین یزعمون انہم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطان ان یضلہم ضلالا بعیدا واذا قیل لہم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا۔ اس آیت میں یتحاکموا الی الطاغوت کے بالمقابل تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول کہہ کر واضح کردیا کہ طاغوت کتاب الٰہی اور سنت رسول کی ضد کے لئے ایک جامع تعبیر ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو خدا کی بندگی و اطاعت سے نکل جانے یا نکل جانے کا باعث یا ذریعہ ہو، وہ سب طاغوت کے حکم میں داخل ہے پس شیطان، ساحر، کاہن، اصنام و اوثان، فراعنہ و جبابرہ، الغرض ہر

سے ہٹانے والے لیڈر غیر الٰہی حکومتیں غیر الٰہی عدالتیں غیر الٰہی درسگاہیں غیر الٰہی
خانقاہیں سب اس کے تحت آتی ہیں۔ اور اہل کتاب مطابق نص قرآن اس
شرک میں بھی مبتلا تھے من لعنه الله وغضب عليه وجعل منهم
القردة والخنازير وعبد الطاغوت اولئك شر مكانا واضل عن
سواء السبيل

۳ حمایت شرک

اہل کتاب کا تیسرا شرک حمایت شرک ہے شرک کی حمایت خواہ کسی نوعیت
سے ہو شرک ہے اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو اپنی کتاب عنایت فرمائی تھی اہل
سے اپنی شریعت کی پاسداری کا عہد لیا تھا ان کے اوپر آئندہ مبعوث ہونے والے
نبی کی حمایت و تائید اور لوگوں سے اس کے تعارف کرانے کی ذمہ داری ڈالی تھی
یہود سے کہا گیا تھا کہ میں ان کے لیے ان کے بھائیوں کے اندر سے ایک نبی برپا
مانند برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور میں جو کچھ اس سے
کہوں گا وہ ان کو بتائے گا۔ (تثنیہ) حضرت مسیحؑ اپنے حواریوں سے صاف
صاف فرماتے تھے کہ مجھے تم سے بہت ساری باتیں کہنی ہیں لیکن ابھی تم
ان کا تحمل نہیں کر سکتے لیکن جب وہ روح حق آئے گا تو سارے حق کی طرف
تمہاری رہنمائی کرے گا (یوحنا) یہود کو اس نبی کی بعثت کا انتظار تھا اور
اپنی مشرکین گویوں کے مقابل فتح رکھتے تھے کہ یہی ان کی سعادت کا ضامن
اور ان کو کفار پر فتح دلانے والا ہوگا اور کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا
اور نصاریٰ کو تو کہہ ہم بشارت دی تھی حضرت مسیح علیہ السلام نے انجیل میں جو

وما انزل من قبلک یریدون ان
یتحاکموا الی الطاغوت وقد
امروا ان یکفروا به ویرید
الشیطان ان یضلهم ضلالا
بعیدا واذا قیل لهم تعالوا
الی ما انزل الله والی الرسول
رایت المنافقین یصدون عنک
صدودا

اتاری گئی ہے اور جو تم سے پہلے اتاری گئی ہے
وہ چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات فیصلے کے لئے
طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انکو حکم دیا گیا
ہے کہ اسکا انکار کریں۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ انکو
بالکل گمراہ کر دے۔ اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ اس چیز
کی طرف آؤ جو اللہ نے اتاری ہے اور رسول کی
طرف آؤ تو تم دیکھتے ہو منافقوں کو کہ تم سے
اعراض کرتے ہیں

اس سے اوپر والی آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ، رسول اور اپنی جماعت کے اولوالامر کی اطاعت کرو اور اگر کسی امر میں اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اس کے بعد منافقین کا حال بیان فرماتا ہے کہ یہ لوگ اللہ و رسول پر ایمان لانے کے مدعی ہونے کے باوجود چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت سے کرائیں اللہ اور اس کے رسول کی عدالت میں نہ لائیں۔ اوپر ہم لفظ طاغوت پر بحث کر چکے ہیں۔ اس آیت میں طاغوت کے بالمقابل تعالوا الی ما انزل اللہ و الی الرسول (آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے اتاری ہے اور رسول کی طرف) ہے جس سے یہ بات صاف ہو گئی ہے کہ طاغوت سے مراد وہ حکام ہیں جن کے فیصلے کتاب الٰہی اور رسول کے فیصلے کے خلاف ہوتے ہیں اور آیت کے سیاق و سباق سے واضح ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب کے حکام اور ان کی عدالتیں ہیں یہ اس عہد کا حال ہے جب مدینہ میں بالفعل دارالاسلام

قائم ہو چکا تھا اور مسلمانوں کے تمام معاملات حدود و تعزیرات و آنحضرت صلعم کی عدا
میں پیش ہو کر طے پا رہے اور انصاف ہوتے گئے تھے لیکن ساتھ ہی ایک متوازی
حکومت (PARA ELSTATE) یہود کی پہلے سے قائم اور موجود تھی کہ
نظام طاغوت کی موجودگی کی وجہ سے ایک بڑی پیچیدگی یہ تھی کہ منافقین اپنے
سے بعض امور میں ان یہودی عدالتوں کی طرف رجوع کرتے تھے اس کی دو
وجہیں تھیں ایک تو یہ کہ یہود کے حکام کو رشوتیں دے کر اپنے موافق فیصلے حاصل کرنا
بہت آسان تھا دوسری یہ کہ منافقین کو یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ ابھی مدینہ کی حکومت
ابتدائی حالت میں ہے ہر چند دین کی طاقت اس نے توڑ دی ہے لیکن یہود
منظم جماعت سے اس کی ٹکر براہ راست نہیں ہوئی ہے ممکن ہے کوئی ایسا
واقعہ ہو جائے اور جیت یہود ہی کی رہے تو آج کا یہ ارتباط کل کام آئے گا
یہ حکومت مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ ہمارا بھی خاتمہ کر ڈالے گی اس طرز عمل
کی وجہ سے اپنے معاملات بالعموم ان کی عدالتوں میں لے جاتے ہاں اگر کوئی
معاملہ ایسی ہوتی کہ اسلام کی عدالت ہی میں مرافعہ مفید مطلب ہوتا تو بہاں براہ
رسادا رسول آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوتے دوسری طرف یہود یہ شرارت
کرتے کہ تعزیرات و حدود کے اہم معاملات میں جن میں وہ اپنی شریعت کے
مطابق فیصلہ نہ کرنا چاہتے تو بعض معاملات کو یہ مشورہ دیتے کہ اس کو آنحضرت
صلعم کی عدالت میں لے جائیں اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کر دیتے کہ آنحضرت
صلعم یہ فیصلہ کریں تو مان لینا اور اگر کچھ اور فیصلہ کریں تو ہمارے پاس لوٹ آنا
اس طرح کے معاملات عموماً اعیان یہود کے ہوتے تھے جن سے جان چھڑانا

رہنوں نے کہ علماء یہود شریعت الٰہی کی سعید سے کی یہ شکل اختیار کرتے کہ اگر فیصلہ حسب منشا ہوا تو معتمد حاصل اور ذمہ داری آنحضرت صلعم کی ہو گی اور اگر فیصلہ خواہش کے خلاف ہوا تو اس کو چھوڑ کر دوسرا مرحل دیا دیکھا لیتے
مذکورہ بالا آیت اور اس کی مشابہ آیات کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے اس شان نزول کو سامنے رکھنا ضروری ہے اس منافقین کے متعلق فرمایا گیا کہ تحاکم الی الطاغوت یعنی غیر اسلامی عدالتوں میں اپنا معاملہ لے جانا اور پھر قرآن اور اللہ پر ایمان کا دعویٰ کرنا دو متناقض چیزیں ہیں۔ ایمان باللہ سے پہلے کفر بالطاغوت ضروری ہے اور الا اللہ کے اثبات سے پہلے لا الٰہ کی نفی ناگزیر ہے (فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ) وقولہ تعالیٰ (اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ) ایمان باللہ اور ایمان بالطاغوت دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے یہود کی عدالتوں میں اگر اپنے معاملات لے جاتے ہو تو تمہارا ایمان بِمَا أُنْزِلَ اللَّهُ کا دعویٰ ایک زعم باطل ہے۔ ایمان بما انزل اللہ کا لازمی اقتضاء ہے کہ تمام معاملات میں اللہ ہی کی اطاعت کی جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ انبیاء کے راستہ کی پیروی کی جائے اگر ایسا نہیں ہے تو یہ ایمان باللہ خواہ ایمان بما انزل اللہ ایمان بالرسول رسول صرف اس لئے نہیں ہوتا کہ اعتقاد کے حد تک تسلیم کر لیا جائے کہ وہ رسول ہے بلکہ وہ اطاعت کے لئے ہوتا ہے اور خدا کی اطاعت کی راہ اس کی اطاعت کے اندر ہی سے ہو کر نکلی ہے چنانچہ بعد کی آیات میں فرمایا۔

فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ   پس کیا ہو گا جب پہنچے گی ان کو کوئی مصیبت

بما قدمت أيديهم ثم
جاءوك يحلفون بالله إن
أردنا إلا إحسانا وتوفيقا
أولئك الذين يعلم الله ما
في قلوبهم فأعرض عنهم
وعظهم وقل لهم في
أنفسهم قولا بليغا
وما أرسلنا من رسول إلا
ليطاع بإذن الله ولو أنهم
إذ ظلموا أنفسهم جاءوك
فاستغفروا الله واستغفر لهم
الرسول لوجدوا الله توابا
رحيما، فلا وربك لا يؤمنون
حتى يحكموك فيما شجر بينهم
ثم لا يجدوا في أنفسهم
حرجا مما قضيت ويسلموا
تسليما

ان کے عمل کے بدلے میں پھر وہ آئیں گے تمہارے
پاس قسم کھاتے ہوئے کہ خدا کی قسم ہم نے
تو بہتری اور موافقت چاہی تھی ان لوگوں
کے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ اس کو خوب
جانتا ہے پس آپ ان سے منہ پھیر لیں ان کو
ان کو نصیحت کریں اور ان سے ان کے بارے میں
وہ بات کہیں جو ان کے دل میں رچ جائے ہم نے
نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس لئے کہ اس کی
اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے اور اگر
جب کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تمہارے
پاس آتے اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول
ان کے لئے استغفار کرتا تو وہ اللہ کو توبہ
قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے پس نہیں
تیرے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہوں گے جب تک
کہ وہ ان امور میں جو ان کے درمیان پیدا
ہوں آپ ہی کو حکم نہ بنائیں پھر اپنے دلوں
میں تیرے فیصلہ کی وجہ سے کوئی تنگی بھی نہ
پائیں اور پوری اطاعت نہ کریں

اس آیت میں وما أرسلنا من رسول إلا ليطاع بإذن الله
(اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے)

پاس لاتے ہیں اصل صورت اور مطلب سے بات کی ہوں لے کے سن کر کے کہ جھوٹ
کے قبول کرنے والے اور سرداران یہود کے ایسے والے میں وہ موجود نہ
میں آتے تک کہ بیٹھے ہوئے ان کے پہلوں کو بچاتے ہیں اور اللہ کے
دین میں کر بدعت کرتے ہیں۔ آپ کے پاس ان کو یہ سکھا کر بھیجے ہیں کہ
اگر تمہارے معاملہ کا یہ فیصلہ ہو تو مان لینا اور اگر اس کے خلاف فیصلہ
ہو تو اس سے بچنا۔ ایسے لوگوں کی حالت پر غم کرنا عبث ہے اللہ تعالیٰ کو
منظور نہیں ہے کہ ان کے دلوں کو پاک کرے۔ توریت کی ہدایت
کے مطابق یہ لوگ اب ہر ایمان والے اور کفر کے کھلے ایمان و اطاعت
الٰہی کی طرف رغبت کرتے ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں
عذاب عظیم ہے۔ یہ جھوٹ کے سننے والے اور رشوت کے کھانے والے
ہیں اگر آپ کے پاس یہ اپنا معاملہ لائیں تو آپ کو اختیار ہے کہ ان کے
معاملہ میں پڑے یا نہ پڑیے ہاں اگر پڑے تو لازم ہے کہ اللہ کی مرضی
کے مطابق فیصلہ کیجئے

اس کے بعد چند سطروں میں یہود کو ملامت کی ہے کہ یہ کس
قسم کے لوگ ہیں کہ آپ کو حکم بناتے ہیں پھر آپ کے فیصلے سے پھر جاتے
ہیں حالانکہ ان کے پاس توریت موجود ہے جس میں اللہ کا قانون موجود
ہے اور انہیں معلوم ہے کہ آپ کا فیصلہ قانون الٰہی کے خلاف نہیں پھر
پھر گزشتہ انبیاء اور علماء و صالحین کا طریقہ بتایا کہ وہ اس کتاب کے مطابق
تمام معاملات کے فیصلے کرتے تھے پھر بتایا کہ ان کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ

دین کے معاملہ میں اس قسم کی ماہیت اور ہدایت کے لئے دیکھی اور ہر شخص کو سب
دنیا کا دین بنا دیا گیا ہے۔ بہرحال میں کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں گے
اور اگر اس کی خلاف ورزی کریں گے تو کافر ہوں گے۔ اس کے بعد توریت کے
قانون قصاص کا حوالہ دیا ہے کیونکہ یہود کی اصلی ماہیت حدود اور قصاص
وغیرہ کے معاملات ہی میں تھی۔ اس کے بعد انجیل کا ذکر فرمایا کہ انہی
میں ہدایت کی گئی تھی کہ شریعت الٰہی کے مطابق فیصلے کریں اور اگر
اس کے خلاف کریں گے تو فاسق ہوں گے۔

پھر قرآن کا ذکر فرمایا کہ یہ کتاب توریت و انجیل کی پیشگوئیوں
کے مطابق اور ان کی تحریفات اور ملاوٹوں کی اصلاح کرنے والی ہے
پس آپ کا فرض ہے کہ اگر ان کے کسی معاملہ کا فیصلہ کرنا ہو تو اس کے
مطابق کیجئے اور ان کی خواہشات کی جو انھوں نے اپنی کتابوں میں ملا
رکھی ہیں ہرگز پیروی نہ کیجئے۔ ان کے ایمان و ہدایت کا سوال آپ سے
ہوگا ان کا اپنا جو طریقہ ہے اسی پر جامد ہو گئے اور اس کی عصبیت
میں ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ آپ کی پیروی نہیں کریں گے اگر اللہ
چاہتا ان کو ہدایت کے راستہ پر کر دیتا لیکن حق اس کی سنت نہیں
ہے اس نے اختیار بخشا ہے اور جس کو جو کچھ دیا ہے اس میں اس کی
آزمائش کی ہے کہ دیکھے کون نیکی اور اطاعت کی راہوں میں بڑھتا
ہے اور کون عصبیت جاہلیت کی حمایت میں مبتلا ہو کر اپنے طریقے
اور ڈھرے ہی کو معبود بنا لیتا ہے"

اس کے بعد مسلمانوں کی طرف توجہ فرمائی اور خطاب اگرچہ عام
ہے لیکن روئے سخن یہاں منافقین ہی کی طرف ہے جو یہود سے ساز باز
رکھتے تھے اور اپنے معاملات ان کی مجالس میں لے جاتے تھے۔ ان کو
یہود و نصاریٰ سے قطع تعلق کا حکم دیا اور فرمایا کہ جو لوگ ان کو اپنا مددگار
بنائیں گے ان کا شمار انہی میں ہوگا۔ پھر صاف لفظوں میں منافقین کا ذکر
فرمایا کہ ان کو اندیشہ ہے کہ اگر یہود اور مسلمانوں میں کوئی اور یہود
فتحمند ہو گئے تو وہ نہیں چھوڑیں گے اس لئے وہ اپنے معاملات ان کی عدالتوں
میں لے جاتے ہیں تاکہ ان کی پارٹی میں گنے جائیں۔ پھر فرمایا کہ اے مسلمانو
تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو کچھ پرواہ نہیں
پھر اس کے بعد ایسی قوم لائے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس
سے محبت کریں گے۔ وہ مومنوں کے لئے نرم خو اور بردبار ہوں گے
اور کافروں کے لئے سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور
دشمنوں کے اندیشے سے بے پرواہ ہوں گے۔

ساری تفصیل ہم نے محض یہود کی اس وقت کی سیاست اور ان کے ساتھ
منافقین کے تعلق کی وضاحت کے لئے بیان کی ہے تاکہ مجادلہ الی
الکتاب کا صحیح تصور دیکھنے والوں کے سامنے آسکے اور یہ واضح ہو سکے کہ منافقین
اس کے کیا فوائد پیش نظر رکھتے تھے اور پھر یہ معلوم ہو سکے کہ کس طرح ایک ہی
چیز دین کے تمام اقرارات و اعترافات کی یاد دہانی اور تمام عبادتوں اور کاموں کو غارت
کردینے والی ہے یہاں تک کہ قرآن نے نہایت صاف لفظوں میں اس کو دین سے

ان يحيف الله عليهم ورسوله
بل اولئك هم الظلمون انما
كان قول المؤمنين اذا دعوا
الى الله ورسوله ليحكم بينهم
ان يقولوا سمعنا واطعنا واولئك
هم المفلحون ومن يطع الله
ورسوله ويخش الله ويتقه
فاولئك هم الفائزون ع
واقسموا بالله جهد ايمانهم
لئن امرتهم ليخرجن قل
لا تقسموا طاعة معروفة
ان الله خبير بما تعملون قل
اطيعوا الله واطيعوا الرسول
فان تولوا فانما عليه ما حمل
وعليكم ما حملتم وان تطيعوه
تهتدوا وما على الرسول
الا البلاغ المبين وعد الله
الذين امنوا منكم وعملوا
الصلحت ليستخلفنهم في الار

یا کی ہے اور شک میں پڑے ہیں یا
ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے ساتھ
بے انصافی کریں گے بلکہ یہی لوگ اپنے اوپر
ظلم کرنے والے ہیں۔ اہل ایمان کا قول تو
جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے
جاتے ہیں یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور ا
اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جو
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں
اور اللہ سے ڈریں اور بچیں وہی لوگ کامیاب
ہیں اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر
تم ان کو حکم دو گے جہاد کا تو وہ ضرور نکلیں گے
کہہ دو قسم مت کھاؤ دستور کے موافق
اطاعت مطلوب ہے بے شک جو تمہارے عمل کا
خبر رکھنے والا ہے کہہ دو خدا اور رسول کی
اطاعت کرو پس اگر وہ اعراض کریں تو
اس رسول پر اس کی ذمہ داری (یعنی تبلیغ)
ہے اور تم پر تمہاری ذمہ داری ہے (یعنی ایمان و
اطاعت) اور اگر تم اطاعت کرو گے تو راہ پا
جاؤ گے اور رسول پر صرف کھلے طور پہنچا دینا

استخلف الذين من قبلهم	وعدہ دیا ہے تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور
وليمكنن لهم دينهم الذي	بھلے کام کئے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو
ارتضى لهم وليبدلنهم	زمین میں خلیفہ بنائیگا جس طرح کہ ان کے اگلوں کو
من بعد خوفهم امنا يعبدونني	خلیفہ بنایا تھا اور ان کے لئے اس دین کو جو ان کے
لا يشركون بي شيئا ومن	لئے پسند فرمایا ہے محکم کر دیگا اور ان کی خوف
كفر بعد ذلك فاولئك هم	کی حالت کو امن سے بدل دیگا وہ میری بندگی کریں گے
الفاسقون	اور کسی کو میرا ساجھی نہیں ٹھیرائینگے اور جو کے

بعد کفر کریگا وہی لوگ فاسق ٹھہریں گے۔

جن لوگوں نے ایمان کا مطلب صرف چند چیزوں پر اعتقادی ایمان سمجھ رکھا ہے ان کو ان آیات پر غور کرنا چاہیئے منافقین ان سب چیزوں پر ایمان کے مدعی تھے لیکن قرآن نے ان کے اس اعتراف و اعتقاد کو تسلیم نہیں کیا بلکہ صاف صاف فرمایا کہ یہ لوگ مومن نہیں ہیں یہ ایمان و اسلام کیسا کہ اپنے جملہ معاملات میں اللہ و رسول کی حکومت نہیں تسلیم کرتے جب اپنا فائدہ ہوتا ہے تب اللہ و رسول کے پاس دوڑے ہوئے آتے ہیں لیکن جب یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ رسول کے فیصلہ میں ان کا دعوی خسارہ ہے تو پھر دوسری عدالت میں اپنا معاملہ لے جاتے ہیں کہ ان کی رشوت خوری اور مداہنت سے فائدہ اٹھائیں ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے یہ اسلام کے عدل کی طرف سے شبہ میں ہیں انہیں اللہ اور رسول کے عدل پر بھروسہ نہیں ہے پھر واضح الفاظ میں فرمایا کہ مومن صرف وہ لوگ ہیں جو اپنے تمام معاملات اللہ و رسول کی عدالت میں پیش کریں

اللہ یہاں سے جو فیصلہ ہوا اس کو بے چون و چرا تسلیم کریں۔ آپ کے آخری الفاظ حصر
کے ساتھ غور کے قابل ہیں سچے مسلمانوں کو بشارت دی ہے کہ مایوس اسلام کے
دشمن کی طرف سے سہمے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے علی الرغم اہل ایمان کو غلبہ
دے گا دین حق کا بول بالا کرے گا اور یہود اور مشرکین کی وجہ سے جو خوف و
اندیشہ کی حالت ابھی قائم ہے اس کو جلد امن و اطمینان سے بدل دے گا اور
ہمارے یہ خالص بندے صرف ہماری بندگی کریں گے اور کسی کو ہمارا شریک
نہ ٹھہرائیں گے۔ یہ منافقین پر تعریض ہے کہ یہ لوگ غیر اللہ کی بندگی کرتے ہیں
اور اللہ کا ساجھی ٹھہراتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ تعریض محض اس وجہ سے ہے کہ
وہ اپنے معاملات یہود کی عدالتوں میں لے جاتے تھے جو لوگ بندگی کے
مفہوم میں اطاعت کو داخل نہیں سمجھتے اور خیال کرتے ہیں کہ اگر نمازیں پڑھی جاتی
ہیں اور روزے رکھے جاتے ہیں تو اطاعت خواہ کسی طاغوت کی ہو اس سے خدا
کی عبادت میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا انھیں اس آیت پر غور کرنا چاہئے اگر
غیر اللہ کی اطاعت سے اللہ کی عبادت میں کوئی فرق نہیں آتا تو آخر ان منافقین
کا کیا جرم تھا کہ ان کو مشرک اور غیر اللہ کی بندگی کرنے والا قرار دیا گیا خدا کی بندگی
اور غلامی کا مفہوم تو یہی ہو سکتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسی رب مولیٰ کی
غلامی و تابعداری ہو۔

یہ مسئلہ چونکہ نہایت اہم ہے اور قرآن سے غفلت کی وجہ سے لوگ
ایسی غلط فہمیوں میں پڑ گئے ہیں جو سرے سے دین کی بنیاد ہی ڈھائے دے
رہی ہیں اس لئے مزید توضیح کے لئے ایک آیت ہم اور پیش کرتے ہیں سورۂ

رمایا ہے ۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا ۔ ان الله لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء ومن یشرك بالله فقد ضل ضلالا بعیدا

اور جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر اس کی ہدایت واضح ہو چکی ہے اور پیروی کرے مسلمانوں کی راہ کے سوا دوسری راہ کی ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جدھر وہ مڑا اور داخل کریں گے جہنم میں اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ بے شک اللہ اس بات کو نہ بخشے گا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے اور جو گناہ اس کے سوا ہیں جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کا شریک بنایا وہ بہت دور گمراہ ہو گیا

اس آیت سے یہ بات صاف ہو گئی کہ رسول کے سامنے ہوتے ہوئے اللہ کی مخالفت کرنا اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر کوئی دوسری راہ اختیار کرنا شرک ہے اور اس کی سزا جہنم ہے اور جہنم برا ٹھکانا ہے۔ ایک امر پر اس پہلو سے توجہ کی ضرورت ہو سکتی ہے کہ یہ اللہ رسول سے ثابت ہے یا نہیں لیکن اگر اس کا اللہ و رسول کی بات ہونا معلوم ہے اور اس پر کوئی عمل کرنا اس کو خلاف حکمت قرار دینا اس کو فرسودہ زمانے کے خلاف کہنا اور اس کو چھوڑ دینا ہے حق سے اور دوسروں کی تقلید میں کوئی اور راہ اختیار کرنا شرک ہے اور اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا

ان اللہ لا یغفر الخ والی آیت ایک ہی سورہ میں دو جگہ وارد ہے ایک جگہ اہل کتاب کے شرک کے بیان میں ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے اور

یہ دوسری جگہ منافقین کے شرک کے بیان کے سلسلہ میں ہے اور ایک صاحب بصیرت
اگر ان دونوں مقامات پر غور کرے تو اسے نہایت آسانی سے دو شرک نظر آ
جائے گا اہل کتاب کے بیان کے سلسلہ میں جہاں یہ آیت وارد ہے وہاں
ان کے تین شرک بیان ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ کی ہدایت پر اپنی قوم کی
ہدایت کو ترجیح دیتے ہیں دوسرا یہ کہ اللہ کی کتاب پر جبت و طاغوت کی
پیروی کو ترجیح دیتے ہیں تیسرا یہ کہ اہل ایمان کے طریقہ پر مشرکین کے طریق
کو ترجیح دیتے ہیں اور یہاں اس آیت سے اوپر والی آیت میں یہ بتایا ہے
کہ لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف
او اصلاح بین الناس یعنی یہ منافقین نبی صلعم ان کے احکام اور ان کی
تعلیمات کے خلاف جو سرگوشیاں کرتے ہیں ان میں کوئی خیر نہیں ہے خیر صرف
اس سرگوشی میں ہے جو کہ صدقہ امر بالمعروف اور لوگوں کی اصلاح کی
راہ میں ہو یعنی جو لوگ خدا اور اس کے رسول کے حکم پر اپنی رائے کو ترجیح دیتے
ہیں وہ اسی خدائی کے مدعی ہیں اور اگر کسی دوسرے کی رائے اور مذہب کو ترجیح
دیتے ہیں تو اس کو الٰہ قرار دیتے ہیں اور دونوں ہی صورتوں میں وہ مشرک ہیں
موحد نہیں ہو سکتے

۶۔ پچھلی فصلوں کا خلاصہ

اس تمام درازنفسی اور طولِ بیان سے مقصود محض یہ دکھانا تھا کہ لاالٰہ
ہی اور الا اللہ کا اثبات زبان کے لئے تو بہت سہل اور مختصر ہے لیکن اس کے
ضمنات و لوازم کا مظاہرہ جب عملی زندگی میں ہوتا ہے تو انسان کی زندگی
وئی گوشہ اس کے دائرہ سے باہر نہیں رہ جاتا۔ یہ حقیقت پچھلی تین فصلوں
یں مرور تدریج کے ساتھ واضح ہوگئی ہے۔ اہل مکہ کی خدا کی ہستی اور
س کی بنیادی صفات کے معترف تھے لیکن قرآن نے ان کے اس اعتراف کو کوئی
یمت نہیں دی۔ اہل کتاب نے اس سے بہت آگے بڑھ کر نہ صرف توحید
لکہ اس کی کتابوں اس کے ملائکہ اور اس کے رسولوں کا بھی اقرار کیا لیکن قرآن
ے ان سب کا اقرار اور بھی بالکل بے وزن ٹھیرا۔ سب سے آخر میں منافقین
ئے اور انھوں نے خیال کیا کہ توحید کے مقتضیات و لوازم میں سے کوئی بات
یسی نہیں رہ گئی ہے جو انھوں نے پوری نہ کردی ہو اور شرک کے شوائب و
قتضیات کا کوئی جزو ایسا نہیں رہ گیا ہے جس کا انھوں نے خاتمہ نہ کر ڈالا
و لیکن قرآن نے ان کے اندر سے بھی شرک کا کھوٹ نکال کر ان کے سامنے رکھ
دیا اور ہر گروہ کو مطلع کردیا کہ تم میں سے ایک بھی خدا کا مخلص اور موحد نہیں ہے
ہر ایک نے اپنی زندگی میں دوسروں کو ساجھی بنا رکھا ہے اور اللہ کی نظر میں اس
زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے جس میں شرک کی ملاوٹ ہو۔

کے احکام میں یہ زمین پر جو باندھیں وہ آسمان پر باندھا جاتا ہے اور زمین پر جو
کھولیں وہ آسمان پر کھولا جاتا ہے۔ تم نے کتاب اللہ و طریقۂ نبی سے اجتہاد کی جگہ
کاہنوں کے رجحانات کو دے رکھی ہے۔ یہود عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں نصاریٰ
مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ ان کو خدا کا اوتار کہتے ہیں۔ الوہیت کو تین حصوں
میں تقسیم کرتے ہیں اور خدا کو اس میں کا تیسرا قرار دیتے ہیں۔

پھر تم اپنی برتری کے مدعی ہو تمہیں اولادِ انبیاء ہونے کا گھمنڈ ہے
اس سبب کو خدا کے قرب اور اس کے محبوب ہونے کے لئے کافی سمجھتے ہو
اور خدا کی اطاعت سے نکل کر طاغوت بن بیٹھے ہو۔ تم نے کتاب الٰہی کے حامل
ہونے کے باوجود جابرہ کی بندگی اختیار کی اور طاغوتی نظام با توجود قائم
کئے باطلوں کے قائم کردہ طاغوتی نظاموں کو قبول کیا۔ تم اپنے تئیں پاک اور برگزیدہ
سمجھتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ جو کچھ تم سے صادر ہو وہ سب پاک و پاکیزہ اور عین
اور دین کا کام ہوتا ہے۔ اس کا خدا کے حکموں کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔ تم نے
خدا کے نبیوں میں تقسیم کی ہے۔ ایک گروہ کو مانتے ہو دوسری جماعت کا انکار کرتے
ہو۔ اللہ کی ہدایت کی جگہ اپنی بدعات اپنے طریقے اپنے اسما اور اپنی قوم کو زیرِ
ہدایت قرار دیتے ہو۔ مدعی ہو کہ تمہارے لئے خلود فی النار نہیں کچھ گنتی کے روز
تھوڑی سی سزا بھگت کر قربِ الٰہی کے مقامِ عالی پر سرفراز ہو جاؤ گے۔ تم سحر،
شعبدہ، رمل، جفر اور علومِ سفلیہ پر ایمان رکھتے ہو۔ تم ان لیڈروں اور کاہنوں
پر ایمان رکھتے ہو جن کی باتیں اللہ کی ہدایت سے الگ ہیں اور جو شیطان کے
پیرو اور خود طاغوت ہیں۔ تم شرک کے حامی ہو اور مشرکوں کے طریقہ کو اہلِ ایمان

لی راہ پر رجوع رہے ہو یہ ساری باتیں توحید اور اخلاص کے منافی ہیں
منافقین سے قرآن نے کہا ۔

ہمارا دعویٰ توحید بھی باطل ہے تم تحاکم الی الطاغوت کے مجرم ہو
ہاپنے معاملات ان کی عدالتوں میں لے جاتے ہو جو اللہ اور اس کے رسول
کی ہدایات سے منحرف ہیں تم رسول کو نا تو اعتقاداً واجب الاطاعت نہیں
ہے اعتقاداً دونوں طرح، حالانکہ خدا کی اطاعت بعد رسول کی اطاعت کے
ممکن ہیں اور خدا کی عبادت کا دعویٰ بغیر اس کی اطاعت کے جھوٹا ہے تو حید
کا مطالبہ ہے کہ اپنے نفس بالکلیہ رسول کے حوالہ کر دو اس کی پوری اطاعت
کرو اپنے سارے معاملات میں اس سے رجوع کرو اور اس کے فیصلوں کو
بچوں وچرا مانو تم اللہ اور اس کے رسول کی تعلیم پر نکتہ چینی کرتے ہو اپنے
دل میں اس پر اعتراضات چھپائے ہوئے ہو اور اس کے متعلق شکوک
شبہات اور مذبذب و تردد رکھتے ہو۔ اللہ اور رسول نے اہل ایمان کے لئے
جو حد ٹھہرا دیا ہے اس سے انحراف کرتے ہو رسول کی سرداری صرف اپنے
دعویٰ کی حد تک کرنا چاہتے ہو تم اپنے دعوی معاد اور اسی تخصی دلچسپیا
اور اپنے جون کے رستوں اور حلیفانہ روابط کو اللہ اور رسول اور اس کے دین
سے عزیز رکھتے ہو۔ یہ ساری باتیں شرک ہیں اور اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی معاف
نہیں فرمائے گا ۔

۴۔ موجودہ دنیا کا سرسری جائزہ

اب ہمارے پاس وہ ذریعے موجود ہیں جن کو بروئے کار لا کر ہم دنیا کے جائزہ کے لئے نکل سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں کہ اس کی موجودہ صورت بالخصوص مہذب دنیا کا شرک و بت پرستی کے اعتبار سے کیا حال ہے۔ لیکن اس رسالہ کی ہر فصل میں غایت اختصار ملحوظ ہے اس لئے ہم صرف سرسری اشارات پر اکتفا کریں گے یعنی ہر مذہب کے پیروؤں کی موجودہ حالت کو سامنے رکھیں گے ان مذاہب کی اصل حقیقت سے بحث نہیں کریں گے بلکہ صرف ان پہلوؤں سے تعرض کریں گے جو ہمارے اعتبار سے کچھ نمایاں ہیں ورنہ یہ حکایت اتنی دراز ہو جائے گی کہ اس کو سمیٹنا مشکل ہوگا۔ بحث کی آسانی کے لئے ہم پہلے مشرق اقصیٰ کی اقوام اور بدھ مذہب کے پیروؤں کا جائزہ لیں گے۔ پھر ہندوستان کو دیکھیں گے اس کے بعد ایک طرف مغربی یورپ اور امریکہ کا اور دوسری طرف روس کا جائزہ لیں گے تاکہ اندازہ ہو سکے گا کہ تہذیب جدید کے ان مرکزوں کے اندر شرک کی کیسی گھناؤنی اور مکروہ شکلیں چھپی ہوئی ہیں اور علم و تحقیق کے اس عروج کے باوجود کہ اب شرک دنیا سے نابود ہو چکا ہے وہ کیسی حیرت انگیز وسعت کے ساتھ کرۂ ارضی کے اس پورے حلقہ پر چھایا ہوا ہے

مشرق اقصیٰ

ان مذاہب کی اصلی خصوصیت یہی ہے۔ معلوم الذکر دونوں مذہب آثار پرستی اور
سحر پرستی کو اصولاً تسلیم کرنے میں۔ بدھ مذہب اگرچہ اصلاً آثار پرستی کا حامی نہیں
ہے لیکن جس میں پیش کر دیا ان کے بدھ مذہب نے اسے بھی اپنے رنگ میں رنگ
لیا اور اب یہ تینوں مذاہب جن میں آثار پرستی، مظاہر پرستی یا طلسم پرستی،
جادو منتر سحر متعدد کے مذاہب ہیں اور ان کے پیروؤں کے اوہام و خرافات
کی داستان اتنی طولانی ہے کہ پڑھنے والا تھک تھک جاتا ہے۔

مادی مذہب کا بانی لاؤ تزے ہے اس کا اصلی فلسفہ لعنی کا فلسفہ ہے
اس کا مذہبی صحیفہ مسلک سے مرقس کی انجیل کے نصف کے برابر ہوگا لیکن اس
مذہب کے پیروؤں نے بعد میں اس پر جن اوہام کا اضافہ کیا ہے ان کی تعلیقات
ضخیم مجلدات میں بھی نہیں سما سکتیں۔ آدمی تعداد ۲ برس قبل مسیح سے مری
سمندر میں پریوں کے ایک ایسے جزیرہ کے سراغ میں سرگرداں ہیں جہاں
شجرۃ الخلد اگا ہے۔ انھوں نے سارے آسمان کو دیویوں اور دیوتاؤں سے
اور ساری زمین کو جادوگروں اور متعدد ماروں سے بھر دیا ہے۔ ان کا عقیدہ
یہ ہے کہ انسان اگر اپنے احساسات کی نفی اور جاودان زندگی کو پا جائے
تو آسمانی دیوتاؤں کے زمرہ میں شامل ہو جائے گا۔ ان کی آسمانی دیویوں میں
آسمان کی ملکہ یا مقدس ماں کو سب سے زیادہ عظمت و اہمیت حاصل ہے
یہی سمندروں کی دیوی اور موجوں اور طوفانوں کی ملکہ ہے۔ ہر چینی ملاح، ماہی گیر
جہازراں اور بحری سیاح کی یہ محافظ ہے۔ جب سمندر میں کوئی مصیبت پیش
آتی ہے اس کی دہائی دی جاتی ہے اور وہ فوراً آسمانوں میں نمودار ہو کر بڑے

نے طوفانوں کو اپنی ملامت سے دفع کر دیا ہے سمندر کی تاریکیوں میں گم کردہ راہ
ملاحوں کی رہنمائی کے لئے سرخ لالٹین لے کر نمودار ہوئی ہے

کنفیوشس ازم کا بانی کنفیوشس ہے جس کا اصلی مذہب آبا پرستی ہے اور
در حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ وہ آبا پرستی کے لئے ایک سند
تصدیق ہے آبا پرستی چینی سماجیات کی ریڑھ کی ہڈی ہے ان کے ہاں سب سے
زیادہ عظمت و اہمیت مردوں کی ارواح کو حاصل ہے جس کی اصلی جدائی ابھی
کے بعد میں ہے یوں تو چینی اپنے سارے ہی دیوتاؤں کو فرماں روا اور حرمت یاد
میں کرتے ہیں لیکن روحوں سے ان کی عبادت در حقیقت اپنے آبا و اجداد
کے لئے ہے

چینی عقیدہ کے مطابق مردوں کی روحیں زمین پر باقی رہتی ہیں اور لازم
ہے کہ ان کو کھلایا پلایا جائے ان کو راضی رکھا جائے اور ان کی عبادت کی جائے
اگر ایسا کیا جائے تو ان کی غصہ کی لے امان اور ان کے خطرات سے پناہ ہیں جو
روح اپنے اخلاف کی تعظیم سے محروم رہ جائے اس کی شقاوت ابدی ہے چین
میں روح کی انفرادی ہستی کا تصور معدوم ہے ہر فرد اپنے آبا و اجداد کے اس
طویل سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو ابتدا سے آج تک منتہی ہوتا ہے ہر زندہ
چینی کی ہستی کسی مردوں کے رحم و کرم پر منحصر ہے اگر مردوں کی تعظیم عام مراسم معروفہ
کے مطابق بجا لانے میں معمولی کوتاہی بھی ہو جائے تو سخت شامت ہے ہزار ہا برس
گزر چکے ہیں چینیوں کے آبا و اجداد دور وحشی کی خود مختار زندگی سے گزر کر دور
حضری زندگی میں داخل ہو چکے انہیں سماجی خاندان ملک پر حکومت کر چکے

خدا کے منکروں سے بالکل خالی ہے۔ خدا کے انکار کرنے والے ملحد جا بجا ہوں
ویدوں میں وحدۃ الوجود کی بنیاد رکھی گئی۔ گوتم بدھ جیسے فلسفی کے متعلق کیسے اور کیا
جا سکتا ہے کہ وہ خدا کا منکر تھا۔ ہم نے اس مذہب کا اور گوتم بدھ کے عہد کی
تاریخ کا جو مطالعہ کیا ہے اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ وہ وحدۃ الوجود کا
قائل تھا۔ گوتم بدھ سے پہلے ہندوستان میں اپنشدوں کے ذریعہ سے وحدۃ
الوجود کا فلسفہ پھیل چکا تھا۔ وحدۃ الوجود کے قائل کے لئے خدا کے اقرار یا انکار
کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس کے نزدیک خدا کے سوا تمام کائنات وہم
ہے۔ یوگی کا کام یہ ہے کہ وہ زندگی اور موت کے چکر اور مایا کے جال سے
چھوٹ کر روح کائنات میں ضم ہو جائے۔ اسی عقیدہ کی وجہ سے گوتم بدھ کے
زمانے سے پہلے سے ہندو جوگی طرح طرح کی ریاضات شاقہ کے ذریعہ سے اس
کی کوشش کر رہے تھے۔ جب گوتم بدھ کی آنکھیں کھلیں اور نجات کے
لئے اس کے دل میں تڑپ پیدا ہوئی تو اس کے سامنے بھی یہی فلسفہ آیا اور
اس نے بھی جوگیوں ہی کے طریقہ پر زندگی اور موت کی کشاکش اور خواہشوں کے
جال سے نکلنے کے لئے نہایت جانفشانی سے ریاضتیں شروع کیں لیکن کچھ دنوں
کے تجربہ کے بعد اس پر یہ حقیقت کھلی کہ مادیت کے جال سے نکلنے کے لئے یہ
جانکاہ ریاضتیں غیر ضروری ہیں۔ اصل شے نفس کی خواہشوں اور حواس و
محسوسات سے دل اور روح کا کلی انقطاع ہے۔ بس اس حد تک اس نے
رہبانیت کے طریقہ کی اصلاح کی اور ترک و تجرد کے حصول کے لئے ایسے
ضابطے بنائے جو ظاہری ترک سے زیادہ باطنی ترک پر زور دیتے تھے۔

وحدۃ الوجود کی آخری شان انا اسرار و انا الحق ہے چنانچہ اسی حربے پر
مہدیوں نے گوتم کو خدا کے بجائے ناسوت بنا دیا گوتم بدھ کی جدوجہد بھی اسی مقصد کے
لئے تھی چنانچہ وہ بھی نروان کا جامہ اتار کر روح کائنات میں ضم ہوگیا اس کے
مرنے کے بعد اس کے معتقدین نے اس کی زندگی اور اس کی ولادت سے متعلق
بہت سے بے سروپا افسانے پھیلا کر اسے خداوندی حیثیت دے دی گئی جو دنیا
کو نئی زندگی بخشنے آیا تھا اب چین، جاپان، تبت برما وغیرہ میں اس کی پرستش
خدا کی حیثیت سے ہوتی ہے اور اس کے بے شمار مجسمے اور عظیم الشان بت دیکھنے
والوں پر حیرت طاری کر دیتے ہیں چین میں اس کے پرستار ہر قسم کے بھوتوں اور
دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش میں مبتلا ہیں۔ تبت وغیرہ میں اور بھی برا
حال ہے۔ تبت کا سب سے بڑا پیشوائے مذہبی (ڈلائی لاما) خود گوتم بدھ کا
اوتار خیال کیا جاتا ہے اور اسی طرح خدائی کرتا ہے جس طرح گوتم بدھ۔ وہاں کا
ڈلائی لاما جب مرتا ہے تو ہر حاملہ عورت ایک بار خدا جننے کی آرزو سے معمور
ہو جاتی ہے اور اس وقت جو بچے پیدا ہوتے ہیں ان میں قرعہ اندازی کے ایک خاص
طریقے سے ان میں سے ایک لڑکے کا انتخاب ہوتا ہے بھوتوں اور شیطانوں
اور ارواح کی پرستش اس پر مزید ہے۔

ہندوستان

ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہوئے جی ڈرتا ہے یہاں کا ہر ذرہ
دیوتا ہے چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک اور ذرہ سے لے کر آفتاب تک سب

یہاں معبود اور معبد ہیں۔ دریا، پہاڑ، شجر، حجر، چرند، پرند، بلی جو ہے یہاں تک کہ بعض اعمال
اور انسانی اعضاء و جوارح تک کے پرستار یہاں مل جائیں گے۔ وید ہمارے سامنے سے
پہلے برہم اور آتما جو حسن ایسے عملی ہوتے سے پہلے پرستاروں کو منی اور لسا ناری کی تعلیم دی اس
کے بعد برہما، وشنو اور شو کی تثلیث نظر آتی ہے۔ مقدم الذکر خالق ہے
ثانی الذکر محافظ اور تیسرا ممیت یعنی ہے۔ برہما اپنے ہر کلپ کے بعد دنیا
کو فنا کر کے از سر نو وجود دیتا ہے۔ اس کا مندر آج تک راجپوتانہ میں مرجع
خلائق ہے۔ وشنو جب دنیا پر کوئی بڑی آفت آتی ہے خلق کی نجات کے لئے
اترتا ہے۔ اس مقصد کے لئے وہ بار بار اوتاروں کی صورت میں جنم لیتا ہے۔
ان کے دس اوتار ہندو صحائف میں مشہور ہیں۔ سری کرشن بھی وشنو کے
اوتار خیال کئے جاتے ہیں اور ان کی زندگی کو جس رنگ میں پیش کیا گیا ہے
اور اس پر جو مذہبی روایات ہندو قوم میں پھیلی ہیں ان کے بیان سے بھی
شرم آتی ہے۔

شو، وشنو کا حریف مقابل ہے۔ ایک ہی ساتھ دو متضاد فطرتیں
رکھتا ہے۔ اس کے قبضہ قدرت میں تعمیر و تخریب دونوں ہے۔ اس کے اندر
غضب اور درد دونوں کی خصوصیات موجود ہیں۔

اس کے بعد ہمارے سامنے شنکر کا فلسفہ اور ہندو تصوف آتا ہے
اس کی بنیاد وحدۃ الوجود پر ہے۔ اس فلسفہ میں موجود صرف اللہ ہے۔ اس کے
سوا سب وہم و فریب ہے۔ اس کی غایت یہ ہے کہ ذرہ آفتاب، قطرہ دریا
اور انسان خدا بن جائے۔ اس کا راستہ یہ ہے کہ ریاضات شاقہ کے ذریعے روح

کو مادے سے مجرد کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے ہندو جوگیوں اور فقیروں نے جو طریقے
ایجاد کئے ہیں ان کی تفصیلات سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور اس کے لئے عملاً انہوں نے
جو کچھ کر دکھایا ہے اس کا تو تصور بھی کرنا مشکل ہے لیکن جو انسان اسے معرفت
مقاصد کے لئے جان کی بازی کھیل جاتا ہے وہ خدا سے کے لئے جو کچھ نہ کر جائے
کم ہے چنانچہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ان ہندو جوگیوں نے جس طرح کی ریاضتیں
کیں اس کی مثالیں مشکل سے ساری دنیا میں مل سکتی ہیں لیکن یہ سب کچھ
خدا کے لئے نہیں بلکہ خدا بننے کے لئے تھا کیونکہ وحدۃ الوجود میں عبدیت
کا تصور مفقود ہے یہاں تو سب کچھ خدا ہی خدا ہے۔ نہ تصور اسکار اور نہ گو
کی جڑ ہے اس کے گوناگوں مقاصد پر انشاء اللہ ہم ایک مستقل رسالہ میں بحث
کریں گے یہاں صرف یہ دکھانا تھا کہ ہندو تصوف سے شرک کو ایک بے طور
اس سے توحید کے مقصد کو کوئی تقویت نہیں پہنچی۔

دیوتاؤں کے بعد ہندو میتھالوجی میں دیویوں کی باری آتی ہے اور ان کی
تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے ان سب کی خصوصیات کی تفصیل میں پڑنا لاحاصل
ہے لیکن لکشمی درگا سرسوتی کالی اوما کو کم از کم یاد دلانا تو ضروری ہے
بالخصوص ان میں سے موخر الذکر کی اہمیت تو یہاں سے ظاہر ہے چونکہ
ہیضہ وغیرہ جیسی خطرناک بیماریاں سب انہی کی غضبناکی کے مظاہر ہیں۔
ہندوؤں کے اندر جس قدر بھی فرقے ہیں وہ تمام دیوتاؤں اور دیویوں
کے پرستار ہیں اگرچہ اور مسلک کے فرق سے بعض فرقے کسی قدر
مختلف نوعیت رکھتے ہیں لیکن یہ اختلاف محض ظاہری ہے حقیقت

ور کے ہمارے کوئی فرق نہیں ہے صرف دو فرقے کسی قدر مختلف حالت
میں آریہ سماجی اور سکھ یہ دونوں اسلام سے متاثر ہوئے اور توحید کے
ے کسی قدر قریب آئے لیکن اسلام سے ان کی قربت شاید ایک واقعی
کے ایک وجود میں آئی یعنی ان فرقوں کے بانیوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ مسلمانو
م رسمی برقرار رہ کر مشکل ہے اس لئے انھوں نے مورتیوں وغیرہ کی
ترک کرکے فی الجملہ ایک ایسی اصلاح قبول کر لی جس کے بعد وہ اپنے خیال
الی روح رہا۔ اور عمل سے قریب آگئے اور ایسے یقیں اس قابل حال کر لیے
ب وہ مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں حالانکہ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں
ں کو مسلمانوں سے جو عداوت ابتداء سے ہے وہ کسی فرقہ کو نہیں ہوا حالانکہ
مسلمانوں کے اصل الاصول سے قریب ہونے کی وجہ سے ان سے محبت کر لی
بہرحال اصلاح انھوں نے کسی جذبہ کے ماتحت قبول کی ہو وہ مسلمانوں کی
ے کے جوش ہی میں سہی اسلام کی بنیادی تعلیم سے قریب آگئے اب ان کو
در اس کے مقاصد کی تعلیم دینا آسان ہے بشرطیکہ جو ان کے سامنے
ا سے آئے جو اس کا اصلی راستہ ہے۔

ب ہندوستان کا حال ہے عوام و خواص سب اسی طرح کے
ہم ہیں گرفتار ہیں یہاں کے اچھے دماغوں پر گویا کہ وحدۃ الوجود کا
ہے جو ایک عظیم فتنہ ہے آریوں اور سکھوں کی آخری معراج یہ ہے کہ یہ
ل ہو جائے مگر میں تمہیں ہمارے اوپر کے مباحث پر جن لوگوں کی نظر ہے
لے ہیں کہ جس توحید تک پہنچنے کے لئے ابھی ان کو کیسے مراحل سے گزرنا ہو

جس طرح ہندوستان پر مسلمانوں کے حملہ کے اثر سے سکھ اور آریہ سماجی وجود میں آئے اسی طرح انگریزوں کے حملہ اور مغرب کے جدید افکار و نظریات کے زیر اثر ایک نیا گروہ وجود میں آیا ہے۔ فی الجملہ زیادہ ترقی یافتہ ہے اس نے بہت حد تک قدیم ہندو میتھالوجی کے حجاب سے اپنے دماغ کو آزاد کر لیا ہے لیکن وہ ایک دوسری میتھالوجی تیار کر رہا ہے جس کا مواد اس نے مغرب سے لیا ہے جس میں پرانے دیوتاؤں اور دیویوں کی جگہ نئے دیوی دیوتا ہوں گے جس میں انسان خود اپنا الٰہ ہوگا اپنے لئے خود قانون بنائے گا، اپنے اوپر خود فرمانروائی کرے گا اور خدا کی زمین پر اسی بادشاہی کا اعلان کرے گا اس کا نام ڈیموکریسی ہوگا

مغربی یورپ اور امریکہ

مغربی یورپ اور امریکہ کا اصلی مذہب عیسائیت ہے عیسائیت کی ابتدائی تاریخ ہم چوتھی فصل میں بیان کر چکے ہیں۔ نیقیہ کی کونسل کے بعد تثلیث کا عقیدہ باضابطہ اسٹیٹ کا مذہب بن گیا اور یورپ اور کلیسا کی کا دور شروع ہوا۔ آریوس اور اس کی پارٹی جو حضرت مسیح علیہ السلام کے سچے طرفدار ہمسروں صحابہ کے عقائد کی وارث اور صحیح نصرانیت کی حامل تھی تمام ملک مظلومیت و مقہوریت کی حالت میں آگئی اور پال کی تعلیمات اور تحریفات کی بنیاد پر کلیسا کے اعمال و عقائد کی عمارت کھڑی ہوئی

۱۔ اسی پارٹی کے امام صاحب ہیں جو آنحضرت صلعم کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان لائے اور ان کا ذکر قرآن نے جگہ جگہ معرفت کی ہے۔ ان کی توحید و جسد وحدہ جسمی کے

اب ہم نے ایک سرسری نظر بیچ کی صدیوں سے لے کر اصلاح (REFORMATION) کے عہد تک ڈالی ہے اس بیچ میں ہمیں دو باتیں بہت نمایاں طور پر نظر آتی ہیں ایک کسی طرح کی وحدت' دوسری اس کا یہ گمراہ اثر قرون متوسطہ میں کلیسا کا اقتدار اتنا حاوی اور ہمہ گیر ہو گیا کہ تمام چھوٹی بڑی سلطنتیں اس کے ہاتھ میں بالکل ایک آلۂ بے جان بن کے رہ گئیں اور مدت میں روحانی شاہنشاہی کا جاہ و جلال بھی ماند پڑ گیا لیکن کلیسا کے اس اقتدار کے ساتھ ساتھ بہت خراب نکلے اس مذہبی میں کلیسا نے وہ جنگ صلیبی شروع کر دی' جس نے دو سو برس سے زیادہ تک پورے یورپ کو زیر و زبر رکھا اس سلسلہ میں اہل مذہب و مداں کلیسا نے جو جرائم کئے' جس طرح خلق خدا کا بے دریغ خون بہایا جس طرح بچوں تک کو جنگ کے لیے بے سروسامان کرکے مروا دیا جس طرح وقت کی تمام علمی ترقیوں کو تخریب کی راہ پر ڈال دیا اس کی تفصیلات میں یہاں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے ہمیں صرف اس کے ردِّ عمل سے بحث ہے جو ان حالات کی وجہ سے اہل یورپ کے دماغوں پر ہوا اور جس نے بالآخر اصلاح کلیسا کی عملی شکل اختیار کی جنگ صلیبی کی ناکامیوں اور بدکاریوں نے اہل فکر کے اندر ایک بحران پیدا کر دیا ہر شخص کو یہ محسوس ہونے لگا کہ ارباب کلیسا کا اقتدار روا ہی ہے علم و تجسس کے شیدائیوں کو یہ محسوس ہوا کہ کلیسا تمام ذہن و فکر پر کابوس کی طرح مسلط ہے اور جب تک یہ کابوس دور نہ ہو اس وقت تک علم و تجسس کی تمام راہیں مسدود ہیں ارباب سیاست کو یہ محسوس ہونے لگا کہ حکومتوں پر کلیسا کا اقتدار بالکل خلاف عقل اور خلاف فطرت ہے،

سیاست کو مذہب سے بالکل علیحدہ ہونا چاہیے۔ یورپ کی مختلف قوموں کو محسوس
ہونے لگا کہ رومن کیتھولک چرچ دنیا پر مذہبی اقتدار کا ایک ہتھیار ہے اس کو ختم
ہونا چاہیے۔ خود کلیسا کے اندر ایک جماعت ایسی پیدا ہو گئی جس کو محسوس ہونے لگا
کہ ہم مسیح کی زندگی سے ہٹ کر دنیا داری کی تمام سیلنوں میں مبتلا ہو گئے ہیں اور
ہمارا مقصد صرف دولت کے انبار اکٹھا کرنا اور اسے عظمت و جلال کی نمائش کر کے
دنیا کو سیاہ کرنا رہ گیا ہے۔ ہمیں یسوع کی زندگی خدمت خلق ترک دنیا اور ابن
مسیح کی طرف لوٹنا چاہیئے ان تمام چیزوں نے مل ملا کر یورپ میں وہ بحران کا دور
پیدا کر دیا جس کو ہم نشاۃ ثانیہ (R NAISSANCE) کے نام سے جانتے ہیں۔
میکس وغیرہ جیسے اہل علم کیمیا دلی اور میوگو گروٹیس وغیرہ جیسے ارباب سیاست اور
مورد لو وغیرہ جیسے آ۔ لوجال معکوس اسی بحرانی دور کی پیداوار ہیں کلیسا نے
ان مخالفین کا جواب مذہبی جرائم کی اندھی عدالتوں (INQUISITIONS) سے
دیا اور مذہبی و سیاسی اصلاح کے داعیوں اور علم و حکمت کے پیدا شدوں کو ایسی خطرناک
سزائیں دیں کہ ان کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہونے لگیں۔ ان سزاؤں نے کلیسا
کی مخالفت اور ہاشت کے ہوم کے مطالبہ کو اور زیادہ قوی کر دیا مختلف
قوموں میں اپنی قومیت کے تحفظ کا جذبہ تیز سے تیز تر ہو گیا ارباب علم کا جوش تحقیق
واکتشاف قوی سے قوی تر ہو گیا اور فلسفہ نے لوگو اس حد تک کلیسائی تہماں
کی بیخ کنی کا عزم کر لیا اور خود کلیسائی حلقہ کے اندر اصلاح اور تبدیلی کا مطالبہ درجہ
بدرجہ اتنا قوی ہو گیا کہ سولہویں صدی کے شروع ہوتے ہوتے وائی کلف ہیرہ
اور لوتھر جیسے زبردست علمبرداران اصلاح پیدا ہو گئے اور انھوں نے متحدہ

کر بھی چرچ کو پھاڑ کر دو حصوں میں بانٹ دیا اور بالاخر پروٹسٹنٹ فر
کی بنیاد ڈال دی جس کا بنیادی عمل یہ تھا کہ مسیح اور خدا کے درمیان کسی واسطہ
کی ضرورت نہیں ہے انجیل کے سمجھنے اور مراسم مذہبی کے بجا لانے کا حق ایک
عام آدمی کو بھی اسی طرح حاصل ہے جس طرح پاپائے روم کو۔ وہی حکومتوں کا
آغاز تو تیرھویں صدی ہی میں ہو چکا تھا، سولہویں سترھویں صدی تک پہنچتے
پہنچتے مسلّم عقیدہ ہو گیا۔ مذہب اور سیاست کی علیحدگی اور مذہبی رواداری
رجحان بڑھا کر کلیسا کو، خواہ وہ کیتھولک ہو یا پروٹسٹنٹ اپنا کام کاروبار
سمیٹنا پڑا، اور علم و سیاست اور معاشرت و معیشت کے تمام گوشے چرچ کے تسلط
سے یکسر آزاد ہو گئے اور اٹھارہویں اور انیسویں صدی کی وہ سیاسی سلطنتیں وجود
میں آئیں جن میں مذہب پرائیوٹ زندگی کا ایک مسئلہ بن گیا اور اجتماعی زندگی پر
بادشاہوں کی خدائی کی جگہ عوام الناس اور پارلیمنٹوں کی خدائی شروع ہو گئی۔
اس تفصیل سے یہ امر واضح ہو گیا کہ عیسائیوں کو خالص خدا پرستی کی سعادت
حاصل نہیں ہوئی۔ پال نے ان کو مسیح، مریم، کاہن اعظم اور طاغوت کی پرستش
سکھایا اور پھر کیتھولک چرچ کی مشرکانہ خرافات کا تابع بنا دیا اور پھر
اصلاحات نے کلیسا کو اجتماعی زندگی سے بے دخل کر کے کلیسا کی جگہ عوام الناس
پارلیمنٹوں کے ممبروں اور بادشاہوں اور پریسیڈنٹوں کو ارباباً من دون اللہ
بنانے کی راہ کھولی اور یہ فتنہ پہلے فتنہ سے بھی زیادہ سخت و شدید تھا۔
۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم نے جمہوریتوں کا ضعف واضح کیا تو یورپ کے
ملک میں ڈکٹیٹرشپ کا آغاز ہوا لیکن جمہوریت اور ڈکٹیٹرشپ میں

میں فرق صرف ارباب کی تعداد کا ہے جمہوریت میں بہت سے اہل کرداروں نے
اور خدائی کرتے ہیں ڈکٹیٹرشپ میں صرف ایک الٰہ اپنے شرکار و اعوان کی مدد سے
خدائی کرتا ہے خدا کو زندگی کے اعمال و مسائل سے دونوں نے الگ کر دیا ہے
لیکن اپنی فساد انگیزیوں میں خدا کا نام دونوں لیتے ہیں اور ہم کو اسی بات پر ہنسی آتی
ہے کہ انسان خدا ہی سے بغاوت کرتا ہے اور اس بغاوت میں خدا ہی سے مدد چاہتا ہے

روس

روس میں اشتراکیت کا دور دورہ ہے اشتراکیت جمہوریت کا آخری دور
ہے جمہوریت نے مذہب اور خدا کو پرائیویٹ زندگی کے ساتھ مخصوص
کر دیا تھا اشتراکیت نے یہ رشتہ بھی کاٹ دیا اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر ریاست
کی مالکیت کو مسلط کر دیا وہاں عیسائی تثلیث کی جگہ مارکس لینن اسٹالن
کی تثلیث ہے۔ انہوں نے جو نظام عقائد جو نظام اخلاق اور جو نظام معاش و
معیشت وضع کیا ہے وہی روس کا دین ہے پس اصلاً یہ نظام خدا کے انکار
اور کفر پر قائم ہے جو مشرکانہ نظاموں سے بھی بدتر ہے لیکن ہمارے ملک کے
اشتراکی جن میں افسوس ہے مسلمان بھی شامل ہیں ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ اشتراکیت
کو خدا اور مذہب سے بحث نہیں وہ مجرد ایک معاشی نظام ہے ہم بغیر کسی بحث
کے ان کے اس دعوی کو قبول کر لیتے ہیں لیکن یہی تو ہمیں ان سے شکوہ ہے
انہوں نے ایک ایسا نظام معاشی قبول کر لیا ہے جس میں خدا سے کوئی بحث نہ
کی گئی ہے حالانکہ جو خدا کے بندے ہیں ان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مجرد اپنی مرضی
سے اپنی زندگی کے کسی شعبہ کے لئے قانون وضع کریں یہ حق تو صرف اللہ کو
حاصل ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ تو خدا کی خدائی میں ساجھا بٹانے کی جسا

ے ہیں۔ میں اگر سپیدرسان کے اشتراکیوں کا دعویٰ تسلیم کر لیا جائے تو دیانت
داری رسم کرنی پڑے گی کہ اشتراکیت کو نظام کا درجہ نہیں ملے گا۔ سب سے بڑھ
ت اشتراکیت کے مادہ میں شرک ہے مزید یہ لفظ بالکل اسم بامسمّیٰ ہے
ہودنے بھی اب اس نظام کو مشترکہ نظاموں ہی میں شامل کرنا چاہیئے کیونکہ اس
لے کے مصالح نے روس کے خداؤں کو کمزور کر اس بات پر تو مجبور ہی کر دیا ہو
ھوں نے عوام الناس کو اجازت دے دی ہے کہ وہ ان کی اطاعت
ے ساتھ ساتھ اگر چاہیں تو اپنی نجی زندگی میں اپنے آسمانی خدا کا نام بھی لے
لیے ہیں۔

۸۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت کا جائزہ

یہ تو ان گروہوں کے شرک کا حال تھا اور یہ ہے جو شرک جہنمی کے زمرے میں ہیں
اب ہمیں اس گروہ کی حالت دیکھنی ہے جو خالص توحید کی بنیاد پر بنا تھا
اور جس کے قیام کی واحد غرض ہی یہی تھی کہ دنیا سے شرک کو مٹا کر توحید قائم کرے
یہ امر بالکل عقلی ہے کہ محل کے بدل جانے سے کسی شے کی صفت نہیں بدلا کرتی
جو چیز مشرکین کے ہاں شرک ہے اہل کتاب کے اندر شرک ہے مسلمانوں کے اندر شرک
ہے وہی چیز اگر مسلمانوں کے اندر پائی جائے گی تو جائز نہیں بن جائے گی
شرک ہی رہے گی نجاست کسی پیکر میں ہو یا سونے چاندی کے کسی
ظرف کے اندر دونوں جگہ نجاست ہے اس تبدیلی سے اس کی حیثیت میں
میں کوئی تبدیلی نہ ہو گی۔ البتہ حالات کی تبدیلی سے اس کا حکم بدل جائے گا مگر
حکم کس میں اور بہر حال میں کس میں لیکن ایک مستقل محور اگر یہاں کھانے کے لئے
بعد بعد میں ان میں سے کچھ کیا لیا ہے درست اس پر گرفت نہیں کرتی ہیں
ایک جز ہے واقعہ اور ایک جز ہے حالات کی تبدیلی کے اعتبار سے اس کا حکم
اس فصل میں ہم صورت واقعہ کا جائزہ لیں گے اور اس کے بعد والی فصل میں
اس کا حکم بیان کریں گے

مسلمانوں کی موجودہ حالت کا اگر جائزہ لیا جائے اور سچائی و دیانت اعتراف
حق سے مانع نہ ہو تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ عرب جاہلیت سے لے کر ساری

ان کی دوائی دیتے ہیں ان کے نقل سے جدا کئی جائز چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں اور کئی ناجائز باتوں کو جائز کر دیتے ہیں۔ اسی طرح کئے ہیں جو علم اسرار و خواص کتاب و اسرار کے چکر میں رہتے ہیں اور اس علم کو معیشہ اسی طرح کے برے مقاصد میں استعمال کرتے ہیں جن میں ان کے سحر و سحود استعمال کرتے تھے اور یعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء و زوجہ یہاں تک کہ بعض ظالموں نے خود قرآن عزیز کو بھی حب و بغض تسخیر دلفریبی اور دفع دشمن جیسی کاموں کے عملیات کا دفتر بنا رکھا ہے۔ اس قسم کی عملیات کے سائل حلال کی بعض کو بعض اوقات عارضی طور پر اور بعض حالات میں مستقلاً حرام کر لیتے ہیں۔ اس طائفہ کے بعض اشخاص کے سامنے جب میں نے ذکر کیا کہ اذن الہٰی کے بغیر کسی شے کو حرام و حلال کرنا شرک ہے تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔ دعاؤں کے زائل میں خاص خاص بیماروں کے مریضوں کی موجودگی کی حالت میں کتنی چیزیں ہیں جو گھروں کے اندر ہی ڈھونڈے استعمال نہیں کی جاتیں کہ جو اور واح ان بیماروں کا ناقص ہیں ان کو ان چیزوں سے چڑ ہے اور ان کو دیکھ کر ان کا غصہ اور بڑھتا ہے۔ نکھروں داوں اور نحسوں اور کسوف و خسوف سے متعلق کتنے مشرکانہ توہمات ہیں جن میں عورتوں سے گذر کر عاقل مرد تک کو ہم نے گرفتار پایا ہے۔

کئے مسلمان ہیں جو آثار پرستی کی لعنتوں میں مبتلا ہیں۔ مشائخ اور بزرگوں کی درگاہیں گوشہ گوشہ میں موجود ہیں اور علانیہ ان کی پوجا ہو رہی ہے۔ ان پر لہلہ ہوتی ہیں قربانیاں کی جاتی ہیں چادریں چڑھائی جاتی ہیں، دعائیں

انہی حالات میں مصائب اور نقصانات کو اصحاب قبور کی ناراضی پر محمول کیا جاتا ہے ان کی زیارت کے لئے لوگ شد رحال کرتے ہیں ان پر مراقبہ کرتے ہیں سجدہ کرتے ہیں اور دوسرے بے شمار منکرات کا ارتکاب کرتے ہیں جن کا حرام ہونا شریعت میں معلوم ہے تقرب الہٰی کے لئے ان کا وسیلہ اگرچہ جائز خیال کیا جاتا ہے بہتیرے ان کو سمیع و بصیر خیال کرتے ہیں مشکلات اور مصائب کے وقت ان کو مدد کے لئے پکارتے ہیں[1] ان کو خدا کے ہاں اپنا سفارشی سمجھتے ہیں ان سے دنیا کی کامیابی سعادت میں نفع تجارت میں فروغ اور آل و اولاد کی برکت مانگتے ہیں ان کی درگاہوں پر مختلف اغراض و مقاصد کے لئے درخواستیں پیش کی جاتی ہیں یہاں تک کہ بعض مزارات پر سائلین کی درخواستوں کے لئے باقاعدہ اہتمام ہے

کئی مشہور مدفن ہیں جو حضرات صحابہ کرام، صحابیات عظام اور رسول اکرم صلعم اور ازواج و اولاد مطہرات رسولؐ کے نام سے موجود ہیں۔ ان کے نام سے خاص خاص پکوان پکتے ہیں اور

---

[1] ایک ثقہ عالم دین دوست راوی ہیں کہ وہ ایک مرتبہ ایک اسلامی ریاست کے مفتی صاحب کے ساتھ موٹر پر جا رہے تھے سامنے سے ایک ایک بچہ آگیا مفتی صاحب بے اختیار پکار اٹھے یا غوث الاعظم دریافت کیا کہ آپ نے کس غوث کو مدد کے لئے پکارا۔ مفتی صاحب نے فرمایا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کو

ایک دوسرے بزرگ عالم دین نے ایک مرتبہ ایک عالم دین اور صوفی طریقت کے گہرے رنگ صوفی کا ذکر کرتے ہوئے مجھ سے بیان فرمایا کہ ہم اور وہ دونوں ٹم ٹم پر جا رہے تھے راستہ میں گھوڑا بدکا اور ہم دونوں کیسے سخت خطرہ میں آ گئے اس وقت بے اختیار انہوں نے یا غوث پکارا۔ میں نے برسبیل مزاح اس واقعہ کو سن کر دل ہی دل میں ان دونوں صاحبوں کی حالت پر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔

کے کھانے میں اسی قسم کی توہمات ملحوظ ہوتی ہیں جو مشرکین کے یہاں ملحوظ ہوتی تھیں[1] جن
جن کا قرآن نے سورہ انعام میں ذکر فرمایا ہے کچھ ایسے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کو ان صفات میں شریک قرار دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں حد یہ کہ

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر — اتر پڑا وہ مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

کئی جگہیں ہیں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے تبرکات
پائے جاتے ہیں اور ان کی زیارت کی تقریبات مستقل منعقد ہوتی ہیں بعض
مقامات پر بزرگوں کی قبروں پر ان کے تبرکات صندوقوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے نشان قدم کا غسالہ زائرین میں تقسیم ہوتا ہے اور لوگ اس کو سب سے امراض روحانی
وجسمانی کا واحد علاج سمجھ کر پیتے ہیں آنکھوں میں لگاتے ہیں داڑھیوں میں ملتے
ہیں محرم اور تعزیہ داری کی مشرکانہ رسمیں ہر شہر اور دیہات میں موجود ہیں اور ان کا
کم وبیش تجربہ ہر شخص کو ہے
کتنے ہیں جو اسے سب کو ذریعہ نجات اعلیٰ الاعمال ذریعہ تقرب الٰہی سمجھتے
ہیں آبا و اجداد کا طریقہ کتنوں کے یہاں دین و شرع کی حیثیت رکھتا ہے شرع اور
رواج کی اصطلاح ہر زبان پر چڑھی ہوئی ہیں اور شرع کے مقابل میں علی الاعلان
رواج کو ترجیح دینے والے مسلمانوں کے ہر طبقہ میں موجود ہیں
مسائل اجتہادیہ میں ہدی اللہ کی تلاش و طلب تقریباً بالکل مفقود ہے
مسلمانوں میں مختلف فرقے ہیں اور ہر فرقہ میں عوام سے گذر کر علماء تک ایسے

---

[1] مثلاً یہ کہ فلاں شکار کو مرد نہ کھائیں اور فلاں بیمار فلاں قسم کی عورت نہ کھائے اور فلاں شکار دن
ہی میں کھائی جا سکتی ہے اور فلاں شکار رات ہی کے وقت کھائی جا سکتی ہے

ہو جائیں گے جو اپنے طریقہ اپنے فرقہ کے علماء اور اپنے مسلک امام پر اس طرح
جامد اور اس کی عصبیت میں اس طرح اسیر ہیں کہ اس سے باہر ان کے لئے راہ حق و
صواب کا تصور بھی دشوار ہے بعض حالی تو یہاں تک کرتے ہیں کہ نصوص کتاب
وسنت کی قطعی رمد پر پورا رد و صرف کر ڈالتے ہیں لیکن اپنے امام کے کسی
قول پر حرف نہیں آنے دیتے بعض یہ بات کہہ گزرتے ہیں کہ یہ آیت اور حدیث
ہمارے امام کے سامنے بھی ہوگی اس کے باوجود اگر ان کا فتوی یہی ہوا
تو ہم ان ہی کی پیروی کریں گے آیت و حدیث کے اسرار و علل کے سمجھنے
کی ذمہ داری ان پر ہے کیسے ہیں جو اللہ کے فضل سے دین کا علم بھی رکھتے
ہیں لیکن وہ حق کا معیار اپنے پیروج و اکابر کو سمجھتے ہیں اگر وہ کسی مسلک پر
ہوں تو اس کا غلط ہونا ان کے نزدیک ناممکن ہے اور اگر وہ کسی مسلک کے
ساتھ نہیں ہیں تو اس کی صحت پر کیسے ہی دلائل اللہ کی کتاب سے رسول کی
سنت سے عقل سے نقل سے جمع کر دیجئے وہ اس سے مطمئن نہیں ہوں گے
منصب اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہونی چاہئے وہ عصبیت ان کے اندر
اپنے پیروج و اکابر کے لئے ہے اور جو حمیت اللہ کی ہدایت اور اس کے رسول
کے طریقے کے لئے مطلوب ہے وہ حمیت ان کے اندر اپنے علماء اور ائمہ کے طریقے
کے لئے ہے اور اچھے خاصے دین لوگ بھی اس مسئلہ کی اہمیت کو نہیں سمجھتے[۱]
اور مسرکس کا خود پرستی اور یہود کی قوم پرستی کا بھی ذکر ہوا ہے اور دو باں

---

[۱] اس مسئلہ پر ایک مفصل مضمون ہم الاصلاح میں بعنوان علماء کے مذہبی اختلافات لکھ چکے
ہیں وہاں ملاحظہ کیا جائے صورت میں بھی شائع ہو گیا ہے۔

آ ۱ یہ دو بنیادی کے بعد کس طرح وہ

اور جماعتیں جو دنیا ہے جاتی ہیں کس طرح وہ اللہ کے تمام رسولوں اور اس کی ساری کتابوں کو ایمان بالغیب اور عمل صالح کی جگہ اپنے دامن سے وابستہ کر دیتی ہیں کس طرح اپنے دائرہ کو کتاب کا دائرہ اور اپنے طریقہ کو ہی اللہ کا قائم مقام بنا دیتی ہیں ٹھیک یہی حال مسلمانوں کا ہے جو کچھ کرتے ہیں وہ آپ سے آپ اسلامی ہو جاتا ہے اس کے لئے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کے طریقے سے مطابق ہونا ضروری نہیں یہ جو رنگ ڈھنگ اختیار کر لیں وہ صبغۃ اللہ ہے اگرچہ وہ مغرب کی جاہلی تہذیب کی بھونڈی نقالی ہی کیوں نہ ہو جو تعلیم اپنے بچوں کو دیں وہ اسلامی تعلیم ہے اگرچہ وہ بچے کے دل کے اندر سے اسلام کی جڑ اکھاڑ کر پھینک دے یہ جو ادارے قائم کر دیں وہ اسلامی ہیں اگرچہ ان کے اندر سے روح اسلام اور اسلامی تعلیمات کا بہاؤ ہو رہا ہو جس اساس پر بھی اپنی اجتماعی زندگی کی تشکیل کریں اور جس طرح کے آئین کو بھی اختیار کریں ان کی اسلامیت کسی حال میں ان سے منفک نہیں ہو سکتی ترکی نے پرسنل لا سوئزرلینڈ سے تعزیرات اٹلی سے اور قانون تجارت جرمنی سے مستعار لے لیا تاہم اس کا اسم اسلامی حکومت ہونا مسلم رہا اور جن لوگوں کے ہاتھوں یہ کارنامے انجام پائے وہ دین کے غازی مجاہد اور محسن اعظم سب کچھ سمجھے جاتے ہیں

اسی نقطۂ نظر کا اسپیلا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان سمجھتے ہیں کہ اگر اصول نے چند مخصوص دائرے ایسے مانے جن میں مسلمانوں کی اکثریت کی حکومت کی شیریں اور مجالس قانون ساز میں حاوی رہیں اور اجتماعی اور معاشرتی امور میں

پس اسے رنگ کو چمکانے کا موقع ملا ورنہ دائرے پاکستان بن جائیں گے
اور حکومت کا نظام کسی جاہلی نظام کی نقالی ہی ہو اور اگرچہ یہ مجالس قانون ساز
ان مصر کی کتاب کو کوئی درجہ حاصل ہو اور نہ ثقافتی اور تہذیبی دائرے میں یہود
اور مسیحیوں کے ادعائے پاکی در پردہ (یعنی کون العصر) کو قرآن نے ان کے
اسلام پرست مسلم گیا تھا اس کی تعبیر حال کے مسلمانوں نے کسی خوبی کے ساتھ
سجادی وہ خدا کے محبوبوں کی اولاد اور افضل الامم تھے اس لئے سمجھنے لگ گئے
کہ وہ جو کچھ کر گذریں وہ آپ سے آپ محبوب و مطبوع ہو جاتا ہے یہ ضروری
نہیں کہ وہ ہدی اللہ اور کتاب اللہ کے مطابق بھی ہو مسلمان سمجھنے لگ گئے ہیں
کہ جو خیر الامم ہیں اس لئے ان کا ہر کام بہتر اور پاک ہے وہ جس سرزمین کو اپنا مستقر
بنالیں وہ پاک ہے ان کی اکثریت جو قانون وضع کر دے وہ خدا کا قانون ہے
اور جو پالیسی مسلمانوں کے جمہوروں کے لئے تیار کریں وہ صبغۃ اللہ ہے اور اس
راہ میں جو ان کی قیادت کرے وہ قائد اعظم ہے

ہم جو ظرف اٹھالیں وہی ساغر بنا ہے　　جس جگہ بیٹھ کے پی لیں وہی میخانہ ہے

کیا مسلمان نامی گروہ میں پیدا ہی راہ یاب ہو جاتا ہے اگرچہ زندگی خدا سے بغاوت
اور نافرمانیوں میں گزرے یہ جملہ خدا سے نافرمانی کے لئے بس ہے جو اس سے
باہر ہیں وہ ہی الابرار دستور ہیں لیکن جو اس کے اندر ہیں وہ عہد کے بجائے طاغوت
کی بھی خدا کی رحمت کے حقدار ہیں حضرت صادق مصدوق علیہ السلام
نے فرمایا تھا کہ تم اپنے اگلوں (یہود) کے ہر نقش قدم کی پیروی کروگے مسلمانوں
کی اس ذہنیت اور کو برا ہونا ا و بضـــــــــــئے

تَعْتَدُوْا الْآیٰت اور وَلَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً کی رٹ
میں کیسا حیرت انگیز سا ہے۔

قرآن نے یہود اور منافقین کی طاغوت پرستی اور جاہ پرستی کو بھی شرک
قرار دیا ہے یہود کی طاغوت پرستی یہی کہ وہ ایسے لیڈروں کی پیروی کرا رہے تھے
مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے اس میں کیسے ہیں جو آج ایسے ہی لیڈروں کی پیروی
کر رہے ہیں جو ان سے اپنے ہوائے نفس کی پیروی کرا رہے ہیں، کتاب اللہ
اور سنت رسول کی اطاعت کے۔ دائمی ہیں مثال سے واقف سال پر حال
کیسے سادہ لوح ایسے ہیں جو بر ملا کہتے ہیں کہ ان کا راستہ اللہ اور رسول کا راستہ
نہیں لیکن ان کے اندر مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ تو ہے طاغوت سے کی
اس سے زیادہ بری مثال کیا ہو سکتی ہے کہ آج مسلمانوں کو اسلام کے دین اور
اس کے رسول سے زیادہ اس کی خیر خواہی مطلوب ہے اگر ان کی اس منتی ہے اگر
پرواہ نہیں اگر خدا کی بات گر جائے اگر ایک شخص ان کو ایک ایسی راہ پر لے جا
رہا ہے جس میں ان کو اس دنیا کی سرخروئی کا نظر آتا ہے تو دین کا جھنڈا سرنگوں
ہو جائے تو کچھ غم نہیں الٹا اگر کسے سد مدنیہ کا رہا ہے کہ مسلمان خدا کی مدد
سے کل ترقی کی سی کا تصور کرتا ہے اور ان لوگوں کے اندر کسی خیر خواہی کا کوئی
داعیہ اس کو نظر آتا ہے جو اسلام کے دین کے سوا اس کو کسی اور راستہ پر چلنے کی دعوت

منافقین کی طاغوت پرستی یہ بھی کہ وہ اپنے معاملات یہود کی عدالتوں
میں لے جاتے تھے اللہ اور اس کے رسول کی عدالت میں نہیں لاتے تھے یہاں تک

؎ سورۂ آل عمران میں حالانکہ مات ہو جائے تو ہم کو دوزخ کی آگ صرف چند دن چھوئے گی

ہے زندگی کے ہر شعبہ پر طاغوت کا استیلاء ہے عدالتیں طاغوتی ہیں اور مسلمان ہر طرح کے معاملات میں ان ہی سے رجوع کرتے ہیں درسگاہیں طاغوتی ہیں اور مسلمانوں کا بڑا طبقہ اپنے بچوں کو ان ہی کے حوالہ کرتا ہے نظام حکومت طاغوتی ہے اور مسلمان نہ صرف اس کے کل پرزے بنے ہوئے ہیں بلکہ اس کے اندر رلی درجات کے لئے سازش کی آخری حد کو پہنچ گئے ہیں بہت سب طاغوتی ہے اور مسلمان اس غارہ حمال کو لپیٹنے میں بھی سب سے زیادہ مصروف ہیں نظام معاش بعث طاغوتی ہے اور مسلمان اس کو اپنانے میں بھی پیش پیش ہیں ادب اور آرٹ طاغوتی ہے اور مسلمان اس میں بھی اپنے حصہ کے لئے بے قرار ہیں ہم کو اس سے انکار نہیں کہ خدا کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو ان میدانوں میں طوعاً نہیں کرہاً شریک ہیں لیکن معلوم ہے کہ وہ کتنے ہوں گے۔

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ شرک کی حمایت و تائید بھی شرک ہے لیکن یہاں کتنے مسلمان ہیں جو اپنے ذہن دماغ اور اعضاء و جوارح کی ساری قوتیں ایک طاغوتی نظام تمدن کی کامیابی و ترقی میں صرف کر رہے ہیں کتنے ہیں جو اپنے مال سے اس کی سربلندی اور استحکام میں ساعی نہیں کتنے ہیں جو اس کلمہ کفر کے اعلاء کی راہ میں اپنی جانیں تک قربان کر رہے ہیں

اسلامی احکام و مسلمات کے خلاف سازش کی سرگوشیوں اور اہل ایمان کے طریقہ کے خلاف ان کی خود رائیوں کو بھی قرآن نے شرک قرار دیا ہے لیکن آج یہ مسلمان ہیں جو اللہ و رسول کے احکام کے خلاف صرف نجویٰ پر قانع نہیں بلکہ علانیہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں شریعت کے احکام کو فرسودہ و ناقابل

رسول کو رسول ان لینا کافی سمجھتے ہیں اس کی لائی ہوئی تعلیم اور اس کی بخشی
ہوئی ہدایت کا بندگی کے ہر شعبہ میں واجب الاطاعت ہونا ان کے نزدیک جزو
ایمان بالرسالت کا جز نہیں ہے حالانکہ ہر رسول اعبدوا اللہ (اللہ کی
بندگی کرو) کے ساتھ واطیعون (اور میری اطاعت کرو) کا بھی حکم دیتا ہے اور یہ
بھی واضح کر دیتا ہے کہ جو سرے طریقے کے خلاف ہیں ان سے بغاوت کرو،
ولا تطیعوا امر المسرفین اور یہی وہ نقطہ ہے جہاں سے کفر و اسلام کی اصلی
نزاع شروع ہوتی ہے ورنہ مجرد اس اعتقاد میں کہ اللہ ایک ہے رسول اللہ
کے بھیجے ہوئے ہیں، ہم اللہ، ملائکہ، رسل، کتب اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں
اسی کا اب ہے جس پر کہ دشمن کٹیں، تلواریں چمکیں اور ہجرت جہاد اور قتال
کے مرحلے پیش آئیں۔ عرب میں آنحضرت سے پہلے ایسے لوگ موجود تھے جو بت
پرستی کے منکر تھے اور ان میں بعض مشہور خطبا بھی تھے جو علانیہ اپنے خطبوں
میں توحید کا ذکر کرتے تھے، لیکن قریش نے ان سے کوئی پرخاش نہیں کی پس کوئی
وجہ بھی کہ وہ آنحضرت صلعم سے مجرد اس بات پر لڑائی کرتے کہ وہ اپنے آپ کو رسول
سمجھتے ہیں اور بتوں کے مخالف ہیں اصلی لڑائی تو اسی بات پر تھی کہ یہ خدا کی اطاعت
کو اس کی بندگی کا جزو لاینفک قرار دیتے ہیں اور اس اطاعت کا راستہ اسی اطاعت
مانتے ہیں اور ہم سے بغاوت اس کی شرط لازم قرار دیتے ہیں جس کا یہی حصہ
ہے جو پرائیویٹ نہیں ہو سکتا اور اپنے سرداروں سے اسی اقامت کے لئے
سرفروشی اور جانبازی کا مطالبہ کرتا ہے یہی وجہ تھی کہ اہل عرب اپنے اندر
دین حنفی کے پیروؤں کو برداشت کر سکے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور

آپ کے صحابہ کو گوارا نہ کر سکے جس جو مسلمان اسے ایمان باللہ والرسول کے ساتھ
دوسرے ۔ ں کی اطاعت جمع کرنے میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں پاتے جن
دیں کو نے میں ایک مسجد اور لندن میں کم و ساں ہے یادہ کا سب گنار نہیں ہے
جس کے ذالہ کی رو صرف مردہ خداؤں پر پڑتی ہے زندہ خداؤں کو اس سے کوئی
اندیشہ نہیں ہے انہیں اطمینان رکھنا چاہیے کہ ان کے لئے نہ صرف ہندوستان
بلکہ تمام دنیا دارالامن ہے اس لئے دہار کی ملازمت سے نہ صرف جاہلیت کو کچھ
اندیشہ ہو سکتا ہے نہ جاہلیت جدیدہ کو ہو سکتا ہے اور اگر جاہل عربوں کو اس سے
کچھ خرخشہ تھا تو موجودہ زمانہ کے مہذب انسان کو اس لئے اس کی توپ اور مشین
ڈائنا سدوق سے کوئی خطرہ نہیں ہے وہ اس بات پر راضی ہے کہ جو چاہیں کی
جائے اس کی جو گر اطاعت مع نفس اس کی کی جائے ۔

۹ وقت کا اصلی فرض اور بعض شبہات کا ازالہ

جو چیز بھی شرک میں داخل ہو، جس میں شرک کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی ہے اس کے ساتھ ایک مسلمان کا دلی تعلق وصل کا نہیں فصل کا ہے دوستی کا نہیں دشمنی کا ہے محبت کا نہیں عداوت کا ہے حمایت و نصرت کا نہیں نفرت و عداوت کا ہے مسلمان کا فرض ہے کہ اگر اس کے پاس طاقت ہے تو طاقت سے اس کو مٹا دے اگر طاقت نہیں ہے تو زبان سے اس کے خلاف صدائے تکبیر بلند کرے اگر اس کی قدرت بھی اس کو حاصل نہیں ہے تو دل میں اس سے بغض و نفرت رکھے اس کے بعد ضعف عزم و ایمان کا کوئی درجہ نہیں ہے

اوپر کی نقل میں مسلمانوں کی جو حالت بیان ہوئی ہے اس سے واضح ہے کہ ان کی اکثریت کا حال اس کے بالکل برعکس ہے مسلمان ضعف عزم و ایمان کے آخری درجے سے بھی گرتے جا رہے ہیں۔ اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی کہ ایک مدت سے کسی صحیح دینی نظام کے نہ ہونے اور طاغوت کے غلبہ کی وجہ سے توحید اور اس کے مقتضیات کا صحیح شعور ان میں مضمحل ہوتا جا رہا ہے بس وقت کا اصلی فرض یہ ہے کہ ایک ایسی صالح و مصلح جماعت پیدا ہو جو مسلمانوں میں توحید کا صحیح شعور بیدار کرے جو لوگوں کو عبادت و عبدیت کا اصلی مفہوم بتائے جو خدا کی حاکمیت اور رسول کے مطاع ہونے کا مطلب سمجھائے جو صاف یہ واضح کر دے کہ اسلام اور ایمان کے

تعصبات دل لازم کیا میں جو خدا کی زمین پر اس زمین کو احکام دے جو حکم خداوندی
(وکذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون
الرسول علیکم شہیدا[1]) رسول خاتم صلعم کی امت پر عائد ہوتا ہے جو حق
خدا کو خدا کی زمین امانت ادا کر دے جس کے ادا کرنے کی وجہ سے یہود ملعون ہوئے
(لولا ینہاہم الربانیون والاحبار بما استحفظوا الآیۃ[2]) اور جو
اللہ تعالیٰ کے اس منشا کو پورا کرنے جس کی تکمیل کے لیے اس نے بار بار اپنے
انبیاء مبعوث فرمائے اور کتنی قوموں کو معزول اور کتنی امتوں کو مامور فرمایا۔
(ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف و
ینہون عن المنکر[3])

یہ جماعت مجرد زبان و قلم سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے خدا کی توحید
کی شہادت دے۔ یہ دنیا کو اسکے رنگ میں رنگنے کے لیے اٹھے اور خود اس
رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ قوم و وطن کی ساری عصبیتیں اور نسل و خاندان کی ساری
حد بندیاں اس نے توڑ ڈالی ہوں کسی قوم کی سیاسی برتری، عددی اکثریت،
معاشی فوقیت کی کوئی ادنیٰ خواہش بھی اس کے دل کے کسی گوشہ میں چھپی ہوئی
نہ ہو اس کی ساری جد وجہد کا مقصود صرف اللہ کے کلمہ اور اس کے رسول
کی دعوت کو بلند کرنا ہو اس کی دشمنی دنیا کے کسی ایک ہی باطل سے نہ ہو بلکہ

---

[1] اسی طرح ہم نے تم کو ایک بیچ کی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہی دو اور رسول تم پر گواہی دے
[2] ان کو علماء و فقہاء کیوں نہیں روکتے جب کہ وہ کتاب الٰہی کے امین بنائے گئے
[3] اور چاہیے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی دعوت دے معروف کا حکم کرے اور منکر سے

دنیا کے ہر باطل اور زمین کے ہر فساد سے ہو اس کی ضرب ایک وقت ہر باطل
نظام پر پڑے یہاں تک کہ وہ طاغوت بھی اس سے کسی چشم پوشی اور رعایت کا
امیدوار نہ ہو جو اس قوم کے اندر ہو جس کے اندر سے وہ خود اٹھی ہو وہ باطل کو
ایک ایک کر کے چن لے اور حق کا ایک ایک کر کے انتخاب کر لے اور حق کے لئے
اپنی دوستی کا اور باطل کے لئے اپنی دشمنی کا اعلان کر دے اس راہ میں اپنی
ساری آرزوئیں ساری تمنائیں ساری دوستیاں اور تمام رشتوں اور ناطوں کو
قطع کر لے اور جو کچھ اس کے صلہ میں اللہ کے پاس ہے اس پر راضی ہو جائے
اس کی دعوت ساری خدائی کے لئے یکساں اور عام ہو اس کی جھولی کی روٹی
اور اس کی چھاگل کے پانی میں ہر بھوکے اور پیاسے کے لئے آسودگی اور سیرابی
ہو اس کا چراغ پہاڑی کے چراغ کی طرح چمکے اور ہر گم گشتہ راہ کی رہنمائی کے
لئے اشارہ کرے اس کی ہدایت کی ضیا پاشیاں خدا کے سورج کی طرح عام و
ہمہ گیر ہوں اس کا ابر کرم آسمان کی بارش کی طرح ہر دشت و جبل کو سیراب
کرے اس کی گفتگو ہر بولی میں اور اس کی مخاطب تمام نسل انسانی ہو وہ صبح صبح
کے پکارے اور لپٹ لپٹ کے سمجھائے اور انسان کی روحانی بیماریاں اس کو
اس درجہ بیقرار کر دیں کہ وہ مطلوب کے سجدوں میں اس کی نجات کے لئے پھوٹ
پھوٹ کے روئے اس کی راتیں بستر کی لذتوں سے محروم ہو جائیں اور اس
کے دل فراغت کی گھڑیوں سے بے نصیب ہو جائیں وہ خدا کی زمین پر
ایسے بے شمار ارباب و آلہہ کی غلامی کا بوجھل طوق دیکھ کر دکھ اور درد سے بھر
جائے اور ہر سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھ کو اللہ کی وہ دعوت دلا

وعملاً بجا دے جو ان تمام مصائب کا واحد علاج ہے
ایک ایسی بے ہمہ و باہمہ جماعت اپنے مقصد میں ناکامیاب نہیں ہو سکتی
طاغوت کے ہمہ گیر تسلط کے باوجود انسان کی فطرت مردہ نہیں ہو گئی ہے۔ خدا
کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کے دلوں میں توحید اور اس کے لوازم کا تصور
آج بھی زندہ ہے لیکن ان کے اندر وہ عزم و ہمت نہیں ہے جو انہیں وقت
کے طاغوت سے پیکار کے لیے بے چین کر دے۔ وہ کسی دلیل و برہان کے منتظر
نہیں ہیں ان کو صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ خدا کا کوئی مخلص بندہ حی
علی الصلوٰۃ کی آواز بلند کر دے اور اپنے عزم راسخ اور حسن نیت سے ان کو
یقین دلا دے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہی جانتا بھی ہے جوں ہی یہ حقیقت ان
کے سامنے روشن ہو جائے گی وہ اپنے غفلت کے بستروں کو تہ کر کے اور سر پیر
کی ساری زنجیروں کو توڑ کر اس کے ساتھ ہو لیں گے۔ کچھ ایسے ہیں جن میں
حرکت سے پوری بیداری موجود ہے لیکن توحید کے تمام مقتضیات و لوازم
کا ان کو پورا علم نہیں ہے انہوں نے انسان کی عبدیت خدا کی حاکمیت
رسول کی رسالت اسلام اور ایمان کا حقیقی مفہوم نہیں سمجھا ہے نہ کتاب کا
مطالعہ ان لوگوں نے کیا نہیں ہے یا کیا ہے تو مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ
نہیں کیا ہے اس وجہ سے وہ اپنی موجودہ زندگی کو خدا کے راستے سے الگ
نہیں سمجھتے اور اگر سمجھتے ہیں تو کم از کم اس علیحدگی کی اصلی وسعت ان کے سامنے
نہیں ہے وہ اس غلط فہمی میں ہیں کہ اگرچہ انہوں نے خدا کے راستے سے
کچھ الگ ہو کر ایک راہ ضرور نکال لی ہے لیکن یہ انفصال ایسا نہیں ہے

کو پھر اتصال ناممکن ہو جائے وہ خود ہی محسوس کریں گے کہ وہ مستقل خطا و مخالف
سمتوں میں بڑھ رہے ہیں اور جس قدر آگے بڑھتے جائیں گے ایک دوسرے
سے ان کی دوری بڑھتی ہی جائے گی یہاں تک کہ آخرت میں پہنچ کر وہ اصل
سزا کے حکم میں ہو جائیں گے وہ ڈنڈا اپنے اوپر بس برداشت کریں گے اور ان کی
بڑی جماعت انسانوں اللہ حق کا ساتھ دے گی۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو حق کو حق سمجھنے میں غلطی نہیں ہیں لیکن
اپنی مشکلات کا اندازہ کرنے میں غلطی واقع ہوئے ہیں وہ صحیح دعوت کے ذریعہ
سے خدا اور اس کی اصلی صفحوں کا علم جانتے جائیں گے اپنے نفس کی رکاوٹوں
سے چھوٹتے جائیں گے یہاں تک کہ ان میں اللہ کے کتنے بندے ایسے
نکل آئیں گے جو روح کو جسم پر انسان کو مست دیں پر اور خدا اور اس کی بندگی
کو دنیا اور اس کی حصولی عزتوں اور نمائشوں پر ترجیح دیں گے اور صرف خدا ہی
کے راستہ میں ان کو سلامتی نظر آئے گی (انی العلمین احسن بالامین
کے لو تعلمون) اور جو بہت زیادہ پست ہمت ہوں گے ان میں اہل حق
کی ایک جماعت کے عملی مظاہرے سے ہمت و قوت پیدا ہوگی وہ جب دیکھیں گے
کہ ہم انسان کی جنت کے سچے خدا کے ایسے بندے بھی ہیں جنہوں نے اپنے
مالک کی بندگی کی راہ میں جھوٹی عزتوں پر لات ماری ہے دنیا کو ٹھکرایا ہے طاغوت
سے سرکشی کی ہے اپنے دنیاوی مفاد اور اپنے اہل و عیال کے لئے ہر خطرہ کو
دعوت دے دی ہے، تو ان کے جگر میں بھی قوت پیدا ہوگی اور وہ بھی اپنے
اندر کی قوت اور اپنے پروں کی پرواز کو آزمائیں گے

چونکہ اس جماعت پر کسی خاص وصیت کا تسلط چکا ہوا نہ ہوگا بلکہ اس کا
تمام تر رشتہ اللہ کے دین اور اس کے اصولوں سے ہوگا اس لئے عوام کا ہر فرد
اس کی دعوت پر مجرد اس دعوت کی صفات کے لحاظ سے غور کرے گا اس کو کسی
قوم کی عددی اکثریت یا سیاسی برتری کی جدوجہد سمجھ کر اس سے بدگمان نہ ہوگا
اور یہ حیثیت جس رفتار کے ساتھ نمایاں ہوتی ہے اسی رفتار سے اس دعوت
کی ہمہ گیری بڑھتی جائے گی ایک عیسائی ایک انگریز ایک جرمن ایک [illegible]
ایک ہندو ایک جین ایک بدھ سب اس پر مجرد اس پہلو سے غور کرنے
لگیں گے کہ اس دعوت کی عقلی قدر و قیمت کیا ہے، اس کا اخلاقی معیار کیا ہے
معاشی اور سیاسی نقطہ نظر سے اس کا درجہ کیا ہے دنیا کے تمام آزمائے ہوئے
طریقوں اور دینوں میں اس کو کیا امتیاز حاصل ہے اور کس حد تک یہ دنیا کی
مشکلات کا علاج ہے یہ چیز دعوت اسلام کو ایک متحرک چیز بنا دے گی
اور جو چیز ایک بند تالاب کے پانی کی طرح ساکن و جامد ہے وہ ایک متلاطم
سمندر کے جوش و طوفان کی طرح ہر پست و بلند پر چھا جائے گی۔

اس جماعت کی دعوت اس نقطہ سے نہیں شروع ہوگی کہ ہندوستان
میں ۸ کروڑ مسلمان ہیں ان کو ۱۲ یا ۱۶ کروڑ کی تعداد تک پہنچانا چاہیے لیکن اس
کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ اس کی دعوت یا ایھا المشرکون وحدوا اللہ
(اے مشرکو! اللہ کو ایک مانو) یا ایھا الکافرون آمنوا باللہ (اے کافرو! اللہ پر
ایمان لاؤ) سے شروع ہوگی جو لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ اس
طرز دعوت سے بالکل ناواقف ہیں جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے

ہوا ہے اور جس کی سب سے زیادہ مکمل تصویر قرآن پاک میں موجود ہے
دعوت کے تدریجی مراحل پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ جب
آنحضرت صلعم کی بعثت ہوئی تو باوجودیکہ آپ کی پوری قوم کافر و مشرک تھی
لیکن آپ نے دعوت کا آغاز یا ایہا الکافرون اور یا ایہا المشرکون
سے نہیں کیا تو ان لوگوں کو جو آپ کے امتی ہیں ان لوگوں کے اندر جو نسلاً
بعد نسل سے مسلمان ہیں اور نہیں معلوم ان میں کسی عظیم تعداد بدگمان جن
کی ہے یہ حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ ان کو کافر یا مشرک فرض کر کے اسی
دعوت کا آغاز کریں آنحضرت صلعم نے دعوت حق کا آغاز یا قوم یا ایہا
الناس، یا ایہا الانسان سے کیا اور لوگوں کے اندر ان کے اساسی مسلّمات
کے مقتضیات و لوازم کا احساس بیدار کیا اور کفر و شرک کے نفس کی جو باتیں
ان کے اندر پیدا ہو گئی تھیں ان کا کفر و شرک ہونا واضح کیا یہ کام جب تک
اللہ تعالیٰ نے چاہا جاری رہا یہاں تک کہ قوم پر اللہ کی حجت تمام ہو گئی جن لوگوں
کے اندر صلاحیت قوی تھی وہ رفتہ رفتہ حق کے ساتھ ہو گئے لیکن حق کے
طرف مردہ ہو گئے تھے ان کے حجابات قوی تھے انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود
اپنی زبان سے اپنے کفر کا اعلان کر دیا بلکہ آنحضرت صلعم کے قتل کا ارادہ کر لیا
اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ پہلا موقع ہے کہ آپ کی
زبان مبارک سے اپنی قوم کے لئے یا ایہا الکافرون کا لفظ نکلا جو ہجرت
و برات کی عظیم الشان سورہ قل یا ایہا الکافرون میں ہے اس کے پہلے
قرآن میں ہم کو یہ خطاب نہیں ملتا۔

اسی طرح مشرکین کا معاملہ بھی اہل مکہ کے لیے بالکل ہجرت کے وقت
تک اس کے بعد استعمال ہوا عملی میدان میں اہل کتاب کو بھی جو دعوت دی گئی وہ
ان کا فرد اور ان مشرکوں سے نہیں شروع ہوئی بلکہ ان اہل کتاب اور ان
لوگوں سے شروع ہوئی اور جب تک ان پر ان کے مسلمات کے تمام تفصیلات
پوری طرح واضح نہیں کر دیے گئے اور ایک صالح جماعت کی ایک
طویل جدوجہد ان کے لیے تبیین حق اور اتمام حجت کا فرض ادا نہیں کر
چکی اس وقت تک ان کے کفر و شرک کا اور ان سے جنگ و قتال کا اعلان
نہیں ہوا۔

بالکل یہی معاملہ منافقین کے ساتھ ہوا۔ یہ لوگ اسلام کے تمام
اصولوں کے معترف تھے اس لیے قرآن نے ان کو ہمیشہ اہل ایمان ہی کی حیثیت سے
خطاب کیا اور ان کے سامنے ایمان، اسلام، توحید، ایمان بالرسالت کے
مقتضیات کی تشریح فرمائی۔ تاکہ جو لوگ غفلت اور جہالت کی وجہ سے
غلط فہمی میں پڑے ہوئے ہیں وہ متنبہ ہو جائیں۔ اس کے بعد دھمکی دی کہ جو لوگ اپنی
شرارتوں اور بدعہدیوں سے باز نہ آئیں گے ان کے خلاف جنگ کا اعلان
کر دیا جائے گا۔ غزوہ بدر سے لے کر ایک عرصہ تک صحابہ کا طرز عمل منافقین
کے بارہ میں یہی روش رہی۔ اس بیچ میں اگر پرجوش مسلمانوں سے اس کا
اندیشہ ہوا کہ وہ ان کے بارہ میں سختی کی روش اختیار کر لیں گے تو انہیں اس
سے روکا گیا۔ قرآن اور احادیث دونوں میں اس کی شہادت موجود ہے
اس طرح جو لوگ متنبہ ہو گئے اور انہوں نے اپنے معاملہ کی اصلاح کر لی وہ

مسلمان اور خادم اسلام سمجھے گئے لیکن جو لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے ان کی
ذات طشت از بام کر دیا گیا اور ان کے معاملہ کا فیصلہ کر دیا گیا۔

یہ محض نظریات تبلیغ و دعوت کی کوئی حرفی نمائش نہیں بھی بلکہ ایک
نہایت اہم اصل یہ بھی ہے جس سے لوگ بالعموم اس عہد میں ناواقف ہیں۔
ایک شے اگر کفر و شرک یا ایمان ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا مرتکب
کافر و مشرک یا منافق ہو۔ ایک حرام شے کا کھانے والا لازماً حرام خور یا فاسق ہی
نہیں ہو جاتا ممکن ہے اس کو اس کی حرکت کا علم نہ ہو، ممکن ہے اس کی حالت
مخمصہ اور اضطرار کی ہو ممکن ہے وہ مکرہ و معذور کے حکم میں ہو ممکن ہے کوئی
اور بات ہو بالخصوص انتشار کے دور کے زمانہ میں ایک طویل مدت تک
ملت حق کا کاروبار معطل رہنے کی وجہ سے ایک ایسی اندھیاری چھا جاتی ہو
کہ آنکھ والوں کو بھی راہ سجھائی نہیں دیتی چہ جائے کہ عوام کالانعام ایسے
زمانوں کا فطری لازمہ یہ ہوتا ہے کہ جو بھی آتا ہے وہ کفر شرک یا ایمان کے
الگ الگ ٹھپے لے کر نہیں آتا کہ جس اللہ کے بندے پر جو ٹھپہ چسپاں ہو جائے
اس پر چسپاں کر دیا جائے کہ تو کافر ہے تو منافق ہے اور تو مشرک ہو گیا
ہے بلکہ وہ دین حق کے آثار جا بجا گم کرتا ہے اٹے ہوئے نشانات راہ کو نمایاں
کرتا ہے بند راہوں کو کھولتا ہے اور ایک مستمر جد و جہد ایک مسلسل جہاد ایک
پاک اور بے داغ زندگی کے بے لوث کارگزاروں سے حق کو فلق صبح کی طرح
نمایاں کر دیتا ہے اس جد و جہد سے قوم کے اندر سے صالح الفطرہ انسانوں
کا عطر کھنچ کر علیحدہ ہو جاتا ہے اور ان کا اختیاری وجود حق کے حق ہونے

اور باطل کے باطل ہونے کا ادراک اور عملی ثبوت ہوتا ہے اس وقت جن کے اندر
شعور حق کی کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے وہ آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں کہ خدا
کا راستہ یہ ہے اور اس پر چلنا ممکن ہے تب ان لوگوں کے کفر کا فیصلہ
ہو جاتا ہے جو اس راہ کو اختیار کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور پھر ان کے
لئے بالآخر اللہ کا عذاب نمودار ہوتا ہے یا اہل حق کی تلوار حضرات انبیاء کرام
کی زندگی سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے ۔

آج جو لوگ تجدید دین و احیاء سنت کے مبارک عزم کے ساتھ اٹھیں
گے وہ اسی شکوہ موت سے رہائی حاصل کر پائیں گے ظاہر ہے کہ اس امت
کو اب کسی نئی نعمت کا انتظار نہیں ہے اس کے اندر اقامت دین و تجدید
دین کا شرعی نظام خلافت علی منہاج السنۃ کا نظام تھا وہی نظام جو مسلمانوں
کو وسط راہ پر قائم رکھتا اور پھر وہی خلق خدا پر اللہ کی حجت تمام کرتا لیکن
یہ نظام ایک مدت سے درہم برہم ہو چکا ہے اس کی جگہ ایک طاغوتی نظام
کا قبضہ و تسلط ہے اس نے مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ کو مسخ کر دیا ہے
کوئی نہیں ہے جو اس طاغوت کی بندگی سے آزاد ہو خواہ اس کی اطاعت
نہیں کر رہے ہیں انہیں کرنا اس کی اطاعت کرنی پڑ رہی ہے متقی انسان
کا دامن بھی اس کی نجاست کے چھینٹوں سے پاک نہیں ہے دینی تعلیم و تربیت
کا سارا انتظام معطل ہے جو موجود ہے وہ نظام غالب کی سطوت سے اتنا
دبا ہوا ہے کہ ظلم در ظلم کلمہ حق کے سوا ہر خرافات کے لئے آزاد ہیں دین
و دعوت کے نام سے آج جو کچھ لکھا جاتا ہے اس کا بڑا حصہ موجودہ سوسائٹی

اور موجودہ نظام جاہلی کے لئے مذہب کی طرف سے ایک چیلنج ہے۔ ایسے
پُرآشوب و پُرفتن عہد میں اگر مسلمان دین اور اس کے لوازم توحید اور اس
کے مقتضیات سے بعید ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں۔ ایک چمن اگر مالیوں کی
نگہداشت سے محروم ہو یا جو اس کے مالی ہوں ایک مدت تک اس کی صفائی
اس کے درختوں کی کاٹ چھانٹ اس کی خودرو گھاسوں کے استیصال اس
کے صحیح پودوں کی دیکھ بھال سے بے پرواہ رہیں اور آہستہ آہستہ اسے
خود ہو جائیں کہ جنگلی گھاسوں اور درختوں ہی کو چمن کے اصلی پودے سمجھ کر
انہی کو پانی دیں اور انہی کی تربیت کرنے لگ جائیں تو اس چمن کا جنگل بن
جانا ایک قدرتی بات ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کی صحیح
مثال یہی ہے وہ ایک قدرتی فرض ہے جو ایک کسان اپنے کھیت میں
ایک مالی اپنے چمن میں ایک باغبان اپنے باغ میں ایک راعی اپنے گلہ
میں ایک ہادی اپنی قوم میں، ایک امت کے ارباب حل وعقد ایک امت
کے اندر انجام دیتے ہیں اور نظام خلافت اسی فرض کی ادائیگی کے لئے ایک قدرتی
اور فطری نظام ہے اس کے بغیر نہ مسلمانوں کا صحیح رخ پر قائم رہنا ممکن ہے اور
نہ اس کے بغیر دنیا پر دین کی حجت تمام ہو سکتی۔ پس آج نہ مسلمانوں کا صراط مستقیم
سے انحراف قابل ملامت ہے نہ خلق خدا کی ضلالت قابل پرسش مسلمان
اس سرزمین کے لئے نمک تھے جب ان کی نمکینی خود جاتی رہی تو اسے کوئی
چیز کس چیز سے نمکین بنائی جائے گی۔

پس آج جو جماعت مسلمانوں میں توحید اور اس کے مقتضیات کی

دعوت کے لئے اٹھے وہ انتہائی حد تک بے رحم ہوگی اگر یہ فرض کر لے کہ یہ سارے کے سارے مسلمان کافر بے دین ہو چکے ہیں وہ اپنے اس طرز عمل سے اس بات کا ثبوت بہم پہنچائے گی کہ نہ اسے حالات کا کوئی صحیح اندازہ ہے۔ نہ انبیاء کرام کے طریق دعوت سے اسے کوئی مس ہے۔ اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ کتاب الٰہی کی مہیں کرے ایک صالح جماعت کے قیام کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس ظلمت کو دور کر دے جو ہر طرف چھائی ہوئی ہے اور حق و باطل کا امتیاز ہر طالب حق کے لئے آسان ہو جائے۔

تکفیر تو ایک سخت ترین مذہبی سزا ہے جو ایک صالح اور با اختیار جماعت اپنے اندر کے ان افراد کو دیتی ہے جو اس کی دعوت اور اس کے نظام کے اصول و مقاصد سے علانیہ اور دیدہ و دانستہ بغاوت کریں۔ پھر اس کے لئے شرط ہے کہ ایک جماعت موجود ہو جو صالح ہو۔ ایک غیر صالح جماعت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کو غیر صالح قرار دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ جماعت با اختیار ہو کوئی بے اختیار جماعت تعزیرات و حدود کے اجراء کا حق نہیں رکھتی۔ تیسری شرط یہ ہے کہ ایک صالح جماعت کے قیام سے ماحول ایسا بن چکا ہو کہ وہ منکرات و معاصی کے لئے سازگار نہ رہ گیا ہو اور اللہ کے بندوں پر دین کی حجت تمام کر لے اور تبیین حق کے ضروری وسائل بروئے کار رہے ہوں بغیر اس کے نہ چوری پر قطع ید کی سزا دی جا سکتی ہے نہ زانی کو سنگسار کیا جا سکتا ہے نہ شارب پر حد جاری کی جا سکتی

پہلا یہ کہ اگر ایک صالح و با اختیار جماعت بھی موجود ہو اور وقت کی سوسائٹی بھی ایسی ہو کہ جرائم کے لیے اخلاقی زواجر موجود ہوں لیکن کسی خارجی سبب سے جرم کے محرکات پیدا ہو جائیں تو اس جرم کی شرعی سزا امام جاری نہیں کرے گا چنانچہ معلوم ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قحط کے زمانہ میں چوری پر قطع ید کی سزا جاری نہیں کی

حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں ایک عورت زنا کے جرم میں گرفتار کرائی گئی یہود نے اس کے سنگسار کیے جانے کا مطالبہ کیا حضرت نے فرمایا ہاں تم میں سے وہ شخص پتھر مارے جو پاک ہو حضرت مسیح کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس عہد میں سب زانی ہی زانی ہیں کوئی عفیف ان کے اندر نہیں رہ گیا ہے ان کا اشارہ وقت کی اس حالت کی طرف تھا کہ اس وقت نہ کوئی صالح جماعت ہے نہ صالح نظام نہ شرعی اصول اگر یہ عورت اپنے شوہر کی گنہگار ہے تو تم میں سے کوئی ہے جو اس سے بڑے گناہ یعنی اپنے خدا سے ساتھ اور عہد کی کا مجرم نہیں ہے تم نے خدا کے عہد کو توڑا ہے اللہ اس جرم کی سزا میں خدا نے مشرک رومیوں کو تم پر مسلط کر دیا ہے تو تمہیں یہ حق کب پہنچتا ہے کہ ایک عورت کو اس کی غلطی پر سزا دو۔

پس کفر جو ایک سخت ترین سزا ہے جس کے بعد ایک شخص جماعت مسلمہ کے لیے کٹ جاتا ہے جس کے بعد وہ واجب القتل مرتد ہو جاتا ہے اس زمانہ میں کسی کو دینا ایک ایسا اقدام ہے جو ... کوئی صالح و با اختیار جماعت موجود ہے اور نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وہ شرعی نظام قائم

وہ دور ہے جو لوگوں کے اندر کفر و شرک کا احساس و اعتبار رہنے دے گی
ہر شعبہ پر طاغوت کی سیاہی چھائی ہوئی ہے اور حق و باطل میں نہ صرف امتیاز
معدوم ہے بلکہ باطل کو حق بنا کر چمکانے کی سعی کے لحاظ سے ساری تاریخ کا
سب سے زیادہ کامیاب دور ہے ایسے زمانہ میں جو لوگ تکفیر و تفسیق کے کھیل کھیل
رہے ہیں وہ وقت کی حالت تکفیر کی اہمیت اور اس کے شرائط و توابع
بالکل بے خبر ہیں اور موجودہ دور جہل و فساد کی بدولت پیداوار ہیں اپنے ہم
بندوں کو اللہ تعالیٰ نے صحیح کام کی طرف توجہ کرنے کی توفیق و ہمت بخشی
وہ مسلمانوں کی تکفیر کی فکر میں نہیں ہیں ان کی دعوت کا نقطہ آغاز یا ایہا
الذین آمنوا (اے لوگو جو ایمان لائے ہو حقیقی ایمان لاؤ) پر ہے
سب ایک گندے حوض کے اندر گرے ہوئے ہیں کسی کو یہ حق حاصل نہیں
کہ وہ دوسرے کو نجس جانے اور اس کو سزا کا مستحق سمجھے صرف گندگی کو گندگی
بتانے اور اس سے باہر نکلنے کی جدوجہد کے لئے دعوت دینے کا حق ہے
یہاں تک کہ جو مسلمان ہندوستان کو ایک دارالاسلام سمجھ کر جس کی بنیاد پر
میں انہیں محسوس ہونے لگے کہ یہ دارالاسلام نہیں ایک ایسا مکان ہے جس میں
دھواں ہی دھواں بھرا ہوا ہے بلکہ ایک سنڈاس ہے جس کے اندر دو سیکنڈ
سانس لینا دشوار ہے۔

صحیح کرنا سام کا لانا ہے جو نئے شرکا

انسان کی فطرت شرک نہیں ہے جیسا کہ ہم آئندہ فصل میں بیان کریں گے
اور مسلمان تو شرک کا تصور بھی نہیں کر سکتا پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ۔ فطرت

ڈور کی اڑنگوں اور تنگناؤں اور بے گناہوں کی ہچکیوں اور سسکیوں کے
اڈے اُڑ جو کر سوز بھی ہے بیدار ہو جائے اور انسان خدا کی سچی بندگی
کی راہ سے پھر آشنا ہو جائے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو لوگ ہندوستان کو دارالاسلام نہیں سمجھتے بلکہ
دارالکفر والشرک سمجھتے ہیں انھیں یا تو ہجرت کرنا چاہیئے یا قتال کرنا چاہیئے
ان لوگوں کو شاید یہ علم نہیں ہے کہ تبلیغ اور اتمام حجت سے پہلے ہجرت اور
قتال جائز نہیں ہے بعض انبیاء کرام برسلے شدت غیرت حق کامل
اتمام حجت سے پہلے اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا سخت عتاب
ہوا اور انھیں دوبارہ قوم میں تبلیغ و دعوت کے لئے واپس آنا پڑا، حضرت
یونس علیہ السلام کی سرگذشت اس کی مثال ہے اسی طرح قتال کے چند
بنیادی شرائط میں پہلی شرط یہ ہے کہ وہ امیر مطاع کی قیادت میں کسی
دوسرے نظام جابر و مسلط کے اوپر چھائے ہوئے جہاں کسی انصار امیر کا
وجود ممکن ہے، قتال کرنا بہ اسی اور فساد ہے جو جائز نہیں ہے یہی وجہ ہے
کہ آنحضرت صلعم نے قتال کا اعلان ہجرت کے بعد فرمایا پھر قتال کے شرائط
اور میں سے یہ بات بھی ہے کہ جو لوگ قتال کے لئے اٹھیں وہ خود جماعتی
فساد سے پاک ہو چکے ہوں کیونکہ قتال زمین کے فساد کو مٹانے کے لئے
ہے کسی ایسی جماعت کا قتال کے لئے اٹھنا ایک بالکل مہمل اور بے معنی
بات ہے جو خود فساد میں مبتلا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قتال ہر قسم کی جماعتوں
کے ذریعے نہیں کیا جا سکتا، اس کے لئے ایک صالح جماعت کا قیام

مقدم ہے۔

بس وقت کا اصلی درس صرف یہ ہے کہ ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے دین کی اقامت کے لئے اٹھے اور مسلمانوں میں صحیح شعور دینی پیدا کرے، پھر انسانوں کو دین حق کی طرف دعوت عام دے جس کا پہلا قدم توحید اور اس کے مقتضیات کی تعلیم ہے یہی حضرات انبیاء کرام سے ماثور ہے!

۱۰۔ کیا شرک تقاضائے فطرت ہے؟

اس دور میں ہر علم وفن کی تحقیق میں نقطۂ ارتقا ریڑھ کی ہڈی بنی ہے
تاریخ ہو یا قانون، معاشیات ہو یا سیاسیات، فلسفہ و مذہب ہو یا علم عمران
وتمدن ہر ایک کی ابتدائی کڑیوں کی تلاش کا شوق اس عہد کے ذہنی رجحان
پر غالب ہے کہ اس کے بغیر ہر علم ادھورا اور ناقص ہے۔ اس کا منشا یہ
ہوا ہے کہ ہر علم کا مدون سرمایہ جو آج کی روشنی میں موجود ہے اس کی صحیح قدر و
قیمت بتانے کے لیے بالکل ناکافی بلکہ اکثر حالات میں غلط اور مہمل قرار
دے دیا گیا ہے۔ آج اصل سوال یہ ہے کہ انسانی زندگی کے ہر شعبے کے متعلق
اس عہد میں تحقیق کی جائے جب کہ انسان بالکل حالات طفولیت میں تھا اور
جس کی کوئی بھی مدون تاریخ ہمارے سامنے نہیں ہے۔ ظاہر ہے یہ عہد
ایک عہد ظلمت ہے۔ اس کے متعلق جو کچھ بھی کہا جا سکتا ہے اس کی حیثیت
رجماً بالغیب باتوں اور اٹکل کے تیر تکوں سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس
ظلمات میں خضر راہ آرکیالوجی (علم الآثار) اور بیالوجی (علم الحیوۃ) کے
ماہرین ہیں جو زمین کے طبقات چٹانوں کے پرت غاروں کے اندر کے آثار
دلدلوں کی گڑی ہوئی ہڈیاں ابتدائی آلات و اوزار اور قدیم انسان کے
کھینچے ہوئے آڑے ترچھے نقوش کو علم کا اصلی سرمایہ قرار دیتے ہیں اور اس
پر ظن کی عمارتیں کھڑی کرتے ہیں۔ اس بات کا اعتراف سب کو ہے

کہ اس کی حیثیت طفیلی نہیں ے UJES WORK تفصیل ہے اہم
اس کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ ہر علم و فن میں وہی حیثیت ہے جو ان مطلوب ہے
سے ہم آہنگ ہو جائے جو بات اس سے میل نہ کھا سکے وہ بے اصل اور
ارتقا کی راہ میں گویا ایک غیر فطری سردلی مداخلت ہے جس کا وجود نہیں
بلکہ عدم مطلوب ہے اس خیال کے ملنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک عرصہ سے
دنیا میں سیاسی اور سماجی مدنظموں کے جتنے دعوے ابھرے ہیں ان میں
سے ہر ایک کو نظریہ ارتقا کا سہارا لینا پڑا ہے اور یہ امر کہاں مرکوز داخ
ہوا ہے کہ سب کے ساتھ اس کی سازگاری رہی ہے جمہوریت کے
حامیوں نے انسان کی ابتدائی سماجی زندگی کا نقشہ اس طرح پیش کیا کہ جمہوریت
ہی کو انسان کا فطری نظام ثابت کر دیا ملوکیت کے ہمدردوں نے اپنی
تصور اسے رنگ میں کر ڈالی راج کے علمبرداروں نے اس کی تصویر اپنے
رنگ میں کھینچ ڈالی اشتراکیت نے اس کو اپنے رنگ میں پیش کر اور
غریب مذہب اس سے قسمتی ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ کلیسا نے پہلے
ہی مرحلہ میں اس نظریہ کے علمبرداروں سے اس ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
اس کے ساتھ حامیوں نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ کسی طرح بھی
اس کو ان مذاہب کی حمایت میں نہ استعمال کیا جا سکے جو کسی مخصوص
الوہیت کے مدعی ہیں اور اپنے عقائد و مسلمات کی بنیاد وحی پر قرار دیتے
ہیں اور دوسرے مذاہب کے ساتھ کسی رواداری کے لئے تیار نہیں ہیں
حالانکہ یہودیت مسیحیت اور اسلام کی جڑ اکھاڑنے کی انہوں نے بھی کوشش

رسوم و مناسک وجود میں آئے پس مذہب ایک عمل ارتقا کا نتیجہ ہے
وہ زندگی کا ارتقا تھا یہ روح کا ارتقا ہے اور جس طرح یہ بات معلوم ہے
کہ زندگی ایک زمانہ میں رینگنے والے جانوروں کی شکل میں
(REPTILIOUS LIFE- FORMS) میں چھپی ہوئی تھی اور درجہ بدرجہ
انسان کی احسن تقویم میں بے نقاب ہوئی اسی طرح روح ابتدا میں مظاہر
پرستی، اشیا پرستی اور سحر و ساحری کی زنجیروں میں گرفتار تھی اور آہستہ آہستہ
خالص خدا پرستی تک پہنچی

اس تصور سے جو نتائج وہ نکالتے ہیں وہ بھی ہم اسے لفظوں میں بیان
کئے دیتے ہیں

۱۔ مذہب کا نقطۂ آغاز خوف کا جذبہ ہے۔ خوف مظاہر قدرت سے
پیدا ہوا۔ بادلوں کی گرج بجلی کی کڑک آندھیوں کے تھپیڑے آتش فشاں پہاڑوں
کے ہولناک نظاروں نے انسان کو ڈرایا اور وہ ان کو زندہ وجود سمجھ کر ان کی
آفتوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ان کی عبادت کرنے لگا

۲۔ خالص خدا پرستی کے مطابق فطرت ہونے کا دعویٰ غلط ہے
اگر ایسا ہوتا تو خدا پرستی کی جگہ انسان مظاہر پرستی اور اشیا پرستی وغیرہ سے پہلا
قدم نہ اٹھاتا اور نہ دنیا میں بت پرستی اور مردہ پرستی کی یہ کثرت ہوتی۔

۳۔ تمام مذاہب کی اصل ایک ہے جس اعتبار سے اسلام اور یہود
افریقہ کے وحشیوں کی سحر پرستی (VOODOO WORSHIP) میں کوئی فرق نہیں
ہے پس تمام مذاہب اور عقائد مختلفہ میں رواداری کو اصل الاصول ہونا چاہئے

اوپر کی تقریر اس قدر دلکش تھی کہ اس تاریخ کا ...
ہمارے حال کے بعض علمائے دین کی کتابوں میں بھی جگہ پا...
بالکل مہمل اور غلط عقل ونقل دونوں اس کے خلاف ہیں۔

یہ بات کہ مذہب کا آغاز انہی قوتوں کے خوف سے پیدا بالکل بے سروپا ہے۔ انسان میں جو خوف ہے اس کی اصل حقیقت زوال نعمت کا اندیشہ ہے (چنانچہ اہل جنت کو یہ نعمت حاصل ہوگی کہ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ ان کو زوال نعمت کا اندیشہ ہوگا نہ فوت کا غم) اس لئے خوف سے پہلے نعمت اور منعم کا شعور لازمی ہے۔ جب تک ہمیں زندگی اور اس کے اسباب ووسائل کے نعمت ہونے کا احساس نہ ہو اس وقت تک ہمیں زندگی کے متعلق کوئی خوف نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنی زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں وہ موت جیسی خوفناک چیز سے بھی نہیں ڈرتے کتنے آدمی آگ میں کود پڑتے ہیں کتنے دریاؤں اور سمندروں میں ڈوب مرتے ہیں اور جانیں دے دیتے ہیں جو آتش فشاں پہاڑوں کے دہانوں میں چھلانگ لگا کے ختم ہو جاتے ہیں پس اگر ابتدائی انسان کو بجلی کی کڑک، بادلوں کی گرج اور طوفانوں کے شور سے کوئی خطرہ محسوس ہوا اور اسے اپنے تئیں ان کے خطرات سے بچانے کی فکر لاحق ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ اسے زندگی اور زندگی کے اسباب ووسائل کے نعمت ہونے کا شعور تھا کیونکہ جب تک کوئی شے عزیز نہ ہو اس کی حفاظت کی فکر بالکل بے معنی ہے۔ خالی گھر میں کوئی بھی قفل نہیں لگاتا اور پھر اس سے

یہ بھی لازم آتا ہے کہ اسے ایک منعم کا بھی شعور تھا کیونکہ نعمت کا وجود ایک منعم کے
شعور کو مستلزم ہے اور اگر یہ بات بھی ہے کہ وہ قدرت کے ان مظاہر کی
اس ڈر سے عبادت کرنے لگا کہ وہ اس سے کہیں زندگی کی نعمت یا اس
کے اسباب چھین نہ لیں تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ ان نعمتوں کے تصور نے اس
میں اپنے منعم کے لئے محبت کا جذبہ بھی پیدا کیا ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ
ایک منعم کی محبت کا جذبہ خوف کے جذبہ پر مقدم ہے۔

بہرحال انسان نے سب سے خوف کا احساس کیا اس سے پہلے
زندگی کی نعمت ہونے اور ایک منعم کا اور اس کی محبت کا احساس کیا اور
جس وقت اس کے تصور نے ڈرایا کہ ان مظاہر قدرت کی عبادت کرے
یقیناً اس سے پہلے جذبہ محبت نے ایک تصور نے ابھر کر اسے اکسایا ہوگا کہ
وہ اپنے منعم کا شکر کرے اور لاریب یہی محبت اور شکرگزاری کا جذبہ و تصور
توحید اور خالص خدا پرستی کی اصل ہے۔ یہی راز ہے کہ قرآن مجید نے
حمد و شکر کو انسان کی اولیں صدائے فطرت بتایا ہے۔ الحمد للہ
رب العلمین الرحمن الرحیم[ه]

اس بات کی تائید اس امر واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جو چیزیں انسان
کے اندر خوف کی حالت پیدا کر لیتی ہیں وہ دنیا کے عام روزمرہ واقعات میں سے
نہیں ہیں۔ زلزلے روز نہیں آتے، آتش فشاں پہاڑ روز نہیں پھٹتے، بجلیاں
روز نہیں گر جاتیں اور طوفان کا شور بھی کوئی روزمرہ کا واقعہ نہیں ہو سکیں

ه شکر ہے عالم کے پروردگار کا جو رحمان و رحیم ہے۔

لئے یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ اس وقت کے حالات خوف ہی کے جذبہ کی نشو
نما کے لئے سازگار تھے اس میں شاعر کو ماضی میں داخل کر دینے کا مغالطہ
چھپا ہوا ہے زمانہ قدیم ترین دور حجری سے بھی پہلے کا فرض کیا گیا ہے اور
انسان کے اندر جب بھی خوف کا جذبہ پیدا ہوا اس سے پہلے ایک قسم کی
محبت کا جذبہ ضرور اس کے اندر موجود تھا۔

بعض علمائے ارتقاء نے جانداروں کے بڑے سے بڑے خوف کو
انسان کے تمام ابتدائی تصورات (EARLY THOUGHT) کی اصل قرار
دیا ہے اس کی بنیاد بھی محبت ہی پر ہے۔ بچوں کو تمام لذتیں اور راحتیں
ماں باپ سے حاصل ہوتی ہیں اس وجہ سے وہ ان سے محبت کرنے لگتے
ہیں اور اسی محبت ہی کی وجہ سے ان سے ڈرتے بھی ہیں اس باب خاص
میں قدیم ترین انسان اور جدید ترین انسان میں فرق کی کوئی وجہ نہیں معلوم
ہوتی پس یہ جذبہ بھی درحقیقت محبت ہی کا جذبہ ہے اور اس سے لاشبہ
ماں باپ کی تعظیم کا شعور پیدا ہوتا ہے لیکن یہ حقیقت نظرانداز نہیں
کرنی چاہیئے کہ بچہ جب تک بچہ رہتا ہے اس وقت تک ساری کائنات
ماں باپ ہی کو سمجھتا ہے لیکن جوں ہی وہ خود باپ بننے یا ماں بننے کے قابل
ہو جاتا ہے اسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ ماں باپ کا وجود صرف ایک حد تک
ہی اس کی لذتوں اور راحتوں کا کفیل ہے اس حد سے باہر قدم رکھنے
کے بعد جو کچھ حاصل ہوا ہے اس کا سرچشمہ کوئی اور ہی ان دیکھی ہستی ہے
یہاں تک کہ خود ماں باپ کا وجود بھی اسے اس ان دیکھی ہستی کی بے پایاں

کائناتوں سے ایک کشش معلوم ہونے لگتا ہے پس جس جذبہ محبت نے اس کے اندر مافوق سے محبت تعظیم اور خوف کی وابستگی پیدا کی ہوگی لازماً اسی جذبہ نے پیچھے کے جذبے سے ملنے کے بعد ایک ایسی دیوی سے ساتھ محبت تعظیم اور خوف کی وابستگی بھی پیدا کی ہوگی اگر انسان بچہ ہی رہتا اور مذہب کا وجود اسی کے جذبہ محبت اور تصور کے تقاضوں کا مرہون ہوتا تو دین کا آغاز مذہب پرستی ہی سے ہوتا لیکن شکل جو یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا ہے اور مذہب کی ایجاد دیوتاؤں ہی کی کارفرمائی ہو سکتی ہے تو ساؤں کے جذبہ کی شکل میں ابھر سکتا تھا اور اس سے اس کی تعظیم اس کے وقار اور اس کے احترام کا تصور پیدا ہو سکتا تھا تو اس سے مذہب کا ارتقاء ہے کہاں عظیم احساسات کا اثر بھی اسی جذبہ و تصور کی شکل میں ہو جس میں اس کا کوئی دخل نہیں تھا لیکن وہ موجود تھے اور ماسوا سے کہیں بڑھ کر کسی ہر محبت والی ہستی ہی کے ہو سکتے تھے[1]

ہر شکل مذہب کا آغاز خوف کے جذبہ سے نہیں ہوا محبت کے جذبہ سے ہوا علمائے ارتقاء کے یہ دونوں نظریئے باطل ہیں پہلی صورت

[1] مذہب کی اصل کے متعلق علمائے سائنس کے ہاں معمول عام نظریے یہی دو ہیں اور انہی کو ہم نے علمی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اسی وجہ سے ہم نے بھی انہی دونوں کو موضوع بنایا ورنہ اس کے علاوہ اور بھی نظریات ہیں مثلاً بعضوں نے مذہب کا نقطہ آغاز فطرت [illegible] کو قرار دیا ہے بعضوں نے اسکی اصل اول اول انسان پر کسی سلبی چیز کے استیلا کو وحدانی تصور کو قرار دیا ہے بعضوں نے اسکی بنیاد حسی ادراک پر رکھی ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ سارے محتاج ہوتے ہیں -

میں خالص خدا پرستی کا جذبہ اور تصور مضمر ہے اور غیر اللہ کی پرستش ایک غیر
فطری عارضہ کی طرح انسان کو محض سوء فہم اور اپنی فطرت کی صحیح آرزو سے غفلت
کی وجہ سے لاحق ہو گئی اور دوسری صورت میں یہ ہونا چاہیے کہ انسان ماں کی
محبت کا ہاتھ پکڑ کر خدا تک پہنچ جائے اس کے اس جذبہ کا فطری ارتقا صرف
یہی ہو سکتا ہے کہ وہ باپ سے متعلق ہونے کے ساتھ ہی جاری باپ سے
حقیقی خالق تک پہنچ جائے اور اس کے ساتھ باپ سے زیادہ محبت کرے
اور باپ سے زیادہ اس کی تعظیم بجا لائے لیکن اگر وہ ایسا نہ کر سکا تو وہ ارتقا
کی اصلی شاہراہ پر مارچ کرنے کے بجائے کسی اندھی گلی (BLIND ALLEY)
میں جا پڑا اور یہ اسی طرح کا غیر متحرک جمود ہے جس کی مثالیں ہمیں ادنیٰ زندگی
کے ارتقا میں ملتی ہیں

اس میں شبہ نہیں کہ قدیم ترین جذبہ والدین کی محبت کا جذبہ اور قدیم
ترین تصور والدین کی تعظیم کا تصور ہے اس جذبہ کی رہنمائی بچہ کو بلوغ کے
بعد خدا کی طرف لے جاتی ہے نہ کہ آبا پرستی اور دیوی دیوتاؤں کی طرف
یہی وجہ ہے کہ قرآن اور تورات میں خدا کی عبادت اور والدین کے ساتھ
احسان کا حکم ساتھ ساتھ ہوا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ انسانی فطرت میں
خدا اور والدین کے حقوق کا شعور قدیم ترین ہے اور ان میں خدا کا حق اول
پر مقدم ہوتا ہے اگرچہ شعور میں والدین کا حق پہلے آتا ہے یہ ویسے ہی
ہے جیسے بالاخانہ پر چڑھنے سے پہلے زینہ اوپر ہوتا ہے لیکن اس پر پہنچ جانے
کے بعد زینہ نیچے ہو جاتا ہے خدا تک پہنچ جانے کے بعد انسان پر یہ بات

کھل جاتا ہے کہ والدین خود خدا کے انعامات میں سے ہیں۔ ماں باپ کو پیدا کرنا
اس نعمت کے ملنے پر بھی خدا ہی کا شکر واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام
نے والدین کے لئے بیٹے پر تمام حقوق تسلیم کئے لیکن ان کو یہ حق نہیں دیا کہ
بیٹے سے شرک کرائیں (وان جاھداک علیٰ ان تشرک بی ما لیس
لک به علم فلا تطعهما) اس کی وجہ یہ ہے کہ فطرت کے اندر جو داعیہ
حقوق والدین کے احترام اور ان کی محبت و تعظیم کے لئے ہے اس سے وہی تو
داعیہ اللہ اور اس کے حقوق کے احترام کے لئے ہے پس والدین کو یہ حق
کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ جس جذبہ و تصور سے وہ ایک خیر پاتے ہیں
لہٰذا اسی جذبہ و تصور کے اس سے کوئی معصیت کا خدا کے بارے میں انکار
کرائیں۔

بعض لوگوں کو ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ قرآن اور دوسری آسمانی کتابوں
میں جگہ جگہ اہل ایمان کی تعریف میں تقویٰ خشیت اور خوف کا ذکر آتا ہے
اس سے علمائے ارتقا کی اس بات کی تائید نکلتی ہے کہ مذہب کا نقطۂ آغاز
خوف کا جذبہ ہے لیکن یہ شبہ بالکل غلط ہے اسلام میں وہ خوف و خشیت
معتبر نہیں ہے جس کی بنیاد مجرد ضرر رسانی کے اندیشہ پر ہو۔ اس طرح خشیت
چگر، یمور، شیر، ہاتھی، سانپ، بچھو ہر ایک سے ہو سکتی ہے اگر یہ خشیت
خدا سے ہو تو اس کی کیا وقعت ہے۔ مذہب میں جو خوف و تقویٰ مطلوب
و محبوب ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ یہ وہ خوف و تقویٰ ہے جس کی
بنیاد محض یہ ہے یہ مجرد خدا کے قہر و غضب کے تصور سے نہیں بلکہ اس کے

بے ایمان انسانی روحانیات کے تصور اور اس کے اسمائے حسنیٰ کے تدبر
سے پیدا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جو اس کی اعلیٰ صفتوں کو سب سے زیادہ
جانتے ہیں وہی اس سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور جو اس
سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں وہی اس سے سب سے زیادہ
ڈرتے ہیں ۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (اللہ کے اس کے بندوں
میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں)

اس تحریر سے علمائے ارتقاء کے اس نظریہ کی پوری تردید ہو گئی کہ مذہب
کا آغاز خوف کے جذبہ اور مظاہر پرستی سے ہوا لیکن ایک شبہ یہ پیدا
ہوتا ہے کہ اگر انسان کی فطرت خالص خدا پرستی ہے اور اس کے روحانی
ارتقا کا اصلی رخ یہی ہے تو اس کی کیا وجہ ہے کہ دنیا میں کثرت سے بت
پرستی مردہ پرستی وغیرہ ہی کی ملتی ہے تاریخ کے عہد طفلی کے
آثار قدیمہ بھی اسی کی گواہی دیتے ہیں اور جس عہد کا قدیم سرمایہ ہمارے
ہاتھوں میں موجود ہے اس کی شہادت بھی یہی ہے نصاریٰ پر پوری چھ
صدیاں بھی نہ گذرنے پائیں کہ ان میں تصویر پرستی رائج ہو گئی حالانکہ
توریت میں اس کی سخت ممانعت تھی یہود باوجودیکہ توریت کا پہلا حکم توحید
تھا بار بار دل کھول کر بتوں کو پوجنے لگے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض توحید
کے لئے وطن چھوڑا اور ایک ویران جگہ جا بسے لیکن انہی کی اولاد سے بہت
مدت نہیں گذری کہ اسی گھر میں بتوں کو لا بسایا جس کا معمار وہ پہلا بت
شکن تھا سو قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ خالص توحید ہی انسان کی

دلیل ہے لیکن واقعات کی شہادت اس کے خلاف ہے تو اس کا جواب
دینا ضروری ہے اور اسی جواب سے علما و ارتقا کے اس دوسرے نتیجہ کی
تردید ہو جائے گی جو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔
مان کہ دنیا میں ' ابتدا سے کثرت بت پرستی اور شرک کی رہی ہے
لیکن یہ امر اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ شرک و بت پرستی انسان کی
فطرت ہے آدمی کا بچہ جب نا سمجھ ہوتا ہے سامنے کی ہر چیز مثلاً انگار
اس کے گرد وہ اسٹ ہے پاتھر' لکڑی ہے مالو یا' ناک ہے یا پاک اسکو
منہ میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ اس کی چھاتی ہے
پھر دیر تک اس کو چوستا ہے پھر کوئی دوسری چیز اٹھا لیتا ہے ' دوسری چیز
اٹھا لیتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ یہ ساری چیزیں بچہ کو فطرۃ
مطلوب ہیں محض حماقت ہے۔ بچہ کی فطری غذا اس کی چھاتی کے اندر دودھ
انکار نہیں ہوتا وہ ہر چیز کو ماں کی چھاتی ہی خیال کرنے لگتا ہے پس
اگر انسان اپنے عہد طفولیت میں بت پرستی اور مظاہر پرستی وغیرہ کی کاسو
لیا آزاد رہا تو اس کے معنی یہ نہیں ہو سکتے کہ یہی اس کی فطرت کا تقاضا
تھا درحقیقت اس کی یہ ساری پرستائی و سرگردانی معبود حقیقی کی تلاش
میں تھی جس کی طلب نے اس کو ان تمام کوچوں کی خاک چھنوائی بچہ کی
خصوصیت بھی قابل لحاظ ہے کہ بسا اوقات ماں اس کو نکالتی ہے
لیکن وہ جس چیز میں مشغول رہتا ہے اسی میں مشغول رہتا ہے تا آنکہ
وہ اسے گود میں نہ اٹھا لے اور اپنی چھاتی اس کے منہ سے نہ لگا دے پھر جول

ہی اس کو سدہ سے الگ کردیتی ہے وہ ہر حرمیہ میں ڈالے اور کھلے لگتا ہے
پس یہ بات بالکل مطابق عقل معلوم ہوتی ہے کہ تاریخ کے عہد
ظلمت میں بھی خدا کے ایسے بندے آئے جن کی فطرت بیدار تھی اور
انہوں نے دوسروں کو بھی بیدار کیا لیکن تھوڑے تھوڑے وقفوں کے
بعد جیسا کہ بچوں کی فطرت ہے کھلونوں کی دلچسپی عود کرتی رہی اور انسان
کی صحوا پیامد عا بالکے کھوتی رہی
یہاں پہنچ کر بعض لوگوں کو ایک اور شبہ بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ جو چیز
انسان کی فطرت ہے چاہیئے کہ وہ اسی پر سواری کرتے اور اسی پر
جمے نہ پاکر کھو با اور کھو کھوکے پاکما معنی اکم ارکم یہ تو ہو کہ صحوئے سیار
کے بعد حسب پاجائے او پھراسے نہ کھوسکے ایسا شبہ محض اس وجہ سے پیدا
ہوتا ہے کہ لوگ حیوانات کی جبلت اور انسان کی فطرت کے فرق کو نہیں
سمجھتے حیوانات کی جبلت اسے سیدھے ٹھیک قاعدے رکھتی ہے اگر
کوئی طبعی خلل نہ واقع ہو' انہی قاعدوں پر اپنی نشوونما اور اپنے
مقررہ درجۂ کمال تک پہنچتی ہے قدرت نے اس کو اس سے انحراف
اس میں تبدیلی یا اس میں ترقی کا کوئی موقع نہیں دیتا ہے وہ ا سے
ڈھرّے کے پابند اور اپنے طبعی نظام کے اندر جکڑے ہوئے ہیں یہ
ایک کبوتر کو اگر آپ گوشت کی دوکان کے اندر بند کر دیں وہاں بھو کا
مرجائے گا لیکن گوشت کے سارے ذخیرے سے فائدہ نہ اٹھاسکے گا
ایک بلی کو اگر آپ پھلوں کی الماری کے اندر بند کردیں وہ بھی بھوکی مرجائیگی

میں چیزوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گی لیکن انسان کی فطرت اس سے
بالکل مختلف ہے یہاں ہم تھوڑی دیر کے لئے استاد امام کے الفاظ معنا
دیتے ہیں جو انہوں نے تفسیر سورۂ اخلاص میں مذکورہ بالا سوال کا جواب
دیتے ہوئے لکھے ہیں اور سورۂ روم کی آیات (۲۸ تا ۳۰) کی روشنی
میں لکھے ہیں مولانا فرماتے ہیں ۔

> حکمت اور رحمت کی نشانیاں جو انسان کو تمام عالم میں نظر آ رہی
> ہیں اور اپنے رب کی طرف کشش جسے وہ فطرت کے اندر محسوس
> کر رہا ہے سارے ہی اس کو کسی حاکم مطلق کی ہستی اسے اندر اور
> باہر سے گواہی مل رہی ہے ایسی کوئی شہادت جنوں اور دوسرے
> حیوانات کو نہیں ملی مگر انسان کی فطرت جن اور حیوانات کے نہیں
> وہ غلام بنائے گئے اور اس کو آزادی بخشی گئی جس کا لازمہ تھا کہ
> وہ اپنی کوشش سے ترقی کرے پس ان کو جس ڈگر پر چلا دیا تھا
> ایک دفعہ اور وہ ویسے ہی چل رہے ہیں مگر انسان کو حواس عقل
> اور تو سارے قابلیت دے کر میدان عالم میں چھوڑ دیا پس اس کی
> فطرت اس کی قابلیت ہے جس قدر انسان نے آج تک ترقی کی
> ہے یہ سب اس کی قابلیت ہی کے آثار ہیں اور اس کی قابلیت
> ہی کے رنگ دکھا رہے امر کہ قابلیت کا نام فطرت ہے کچھ انسان کے
> ساتھ مخصوص نہیں بچہ طاؤس جو ایک منقش گوشت سے جب
> نکل آتا ہے تو اس کے پروں کی گلکاری کو ہم فطرت ہی کا سمجھتے ہیں

انسان کو خدا نے تعالیٰ نے ان وقتوں میں ڈال کر اس کی دستگیری
کا ارادہ کیا ہے اس کے اندر اور باہر سامان ہدایت موجود کر دئے جس
طرح جسمانی تقاضوں کے لئے زمین کا آغوش مہیا کیا اسی طرح روح انسانی
کے لئے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا جو صحراؤں میں مردوں کو بارش سے
سیراب کرتا ہے وہی خدا اپنے کلام سے دلوں کو آباد کرتا ہے جس طرح
وہ سخت پہاڑوں میں سے قدرتی چشمے نکالتا ہے اسی طرح
بعض اہلِ دلوں میں سے الٰہی کلمے جاری فرماتا ہے پس اس قدر
سامان مہیا کردینے کے بعد اگر انسان خدا سے روگرداں ہو تو یہ محض
فطرت میں ملکہ اس کی جہالت ہے اگر تاریخ سے بت پرستی کی
مثالیں ملتی ہیں تو اس سے کہیں زیادہ زور و اس کے ابطال کی مثالیں
ملتی ہیں وحدت پر شرک کا غبار آہستہ آہستہ چھاتا ہے مگر وحدت کا دا
عی جب شرک کی ظلمت پر غالب پڑ جاتا ہے جس سے یہ نتیجہ بدیہی
طور پر نکلتا ہے کہ فطرت انسانی کو توحید سے مناسبت ہے ورنہ وہ
کیوں اس طرف سرعت سے دوڑتا ہے اور دوسری طرف آہستہ
آہستہ کھسکتا ہے۔

اس تقریر سے واضح طور پر معلوم ہوگا کہ انسان کی فطرت اور حیوانات
کی جبلت میں چند بنیادی فرق ہیں پہلا فرق یہ ہے کہ انسان کو اعلیٰ فطرت اور
اعلیٰ عقل کے ساتھ آزادی بھی دی گئی ہے اس آزادی کی وجہ سے وہ اگر
چاہے تو جس لعوم میں پڑنے کے باوجود اسفل سافلین کے حضیض ذلت

س گرجائے دوسرا فرق یہ ہے کہ انسان کی قوتیں اور رجحانات اتھاہ ہیں
اس کو بڑی کی ایک لمبی مسافت طے کرنی پڑتی ہے حیوانات کی طرح اس کا
راستہ کوس دو کوس کا نہیں ہے کہ چلے اور پہنچ گئے۔ اس راہ داری اور
ادنیٰ راہ داری رائے کے ساتھ اس کا گرنا اور اٹھنا، ڈوبنا اور اچھلنا ممکن قرار پایا
ہے تیسرا فرق یہ ہے کہ آزادی رائے اور دراری مسافت کے ساتھ
ساتھ اس کی آزمائش بھی کی گئی ہے اس کے سامنے دنیا کو لغزشوں حرمت
کو لپیٹ کر نیکی کو دشوار بدی کو آسان، حرام کو لذیذ اور کسر اور حلال کو بے مزہ
اور قلیل ثمرۂ حق کو آجل اور نتیجۂ باطل کو عاجل، حقیقت کو مستور اور وہم کو
کو دلکش اور پرجمال بنا کر رکھ دیا گیا ہے تاکہ اس کا امتحان ہو کہ وہ حق کی طرف
لگتا ہے یا اس کی طرف اسی فطرت کے محض کر حقیقت اپنا دل کی
طرف ترجیح ہے یا نفس کی خلاف فطرت گر پر دعووں کی طرف ملا سے الگا
ہوا کرتا ہے لیکن ساتھ کا نفس لوامہ بھی ضعیف نہیں ہے وہ ہر بار نیکی کے اندر جھانکے
کی راہ پیدا کرتا ہے اور انسان کی رہنمائی کے لئے اشارے کرتا ہے اگر آدمی محسوسات کے
کھلے ہی راستے اور پڑتال لیکن اسکے اشارے دیکھتا اور اس کی صدائیں
سنتا ہے لیکن نفس اور محسوسات کی گہرائیاں اس کو چھوڑتی نہیں اور وہ
خدا کی صدائیں سنتے ہوئے بھی اس کو نافرمانی کرتا اور اس کی محبوں کو
دیکھتے ہوئے بھی اسے لئے عداوت قرار ہی کیا ہے یہی حقیقت
ہے جو سورہ قیامہ کی آیات (وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ)[1] میں

[1] اور نہیں میں قسم کھاتا ہوں نفس ملامت گر کی۔

سے اسی فطرت کے مبہم نقوش پڑھے جا سکے ناشستہ تاریکی سخت تھی لیکن
درشمس اور سراج منیر ابھی موجود تھے جو فطرت کے تاریک سے تاریک
گوشوں کو اجاگر کر رہے تھے قدرت کسی گوشہ میں بھی ایسی بعض شکلوں میں
بخل نہیں ہے یہ ممکن تھا کہ انسان کو سننے کے لئے ایک ہی کان دیا جاتا
دیکھنے کے لئے ایک ہی آنکھ ملتی لیکن قدرت نے دو کان بخشے اور دو آنکھیں
عطا کیں اسی طرح یہ بھی ممکن تھا کہ انسان کی رہنمائی اس کی فطرت ہی پر
چھوڑ دی جاتی لیکن رحمت الٰہی نے اس معاملہ کو امکان و اتفاق پر نہیں چھوڑا
بلکہ انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ ہدایت کا بہتر سے بہتر سامان مہیا
کر دیا اندر اور باہر کی اتنی قوتیں رکھنے کے باوجود اگر انسان خدا رسی کی مہم
میں شیطان سے لڑنے کے لئے تیار نہ ہوا بلکہ اس کے ساتھ اس نے سازگاری
ہی چاہی تو ظاہر ہے کہ یہ فطرت کی خرابی نہیں ہے بلکہ اس کے اسباب دوسرے
ہیں جو انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ آئندہ فصل میں بیان ہوں گے

اس تشریح کے بعد اب اس بات کی تردید کی ضرورت نہیں رہی کہ تمام
مذاہب کی اصل ایک ہے اسلام اور دوسرے آسمانی مذاہب کا نقطۂ آغاز
خوف کا جذبہ نہیں بلکہ محبت الٰہی کا جذبہ ہے اور شرک و بت پرستی کی بنیاد
ایک بالکل دوسری ہی شے پر ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ پس اسلام
اور تمام مذاہب حقہ کا اصلی نام اسلام ہے اور یہی ابتدائے آفرینش سے
خدا کا اصلی دین ہے، اور شرک و بت پرستی میں اصل نسل کا دخل ہے اور
اس کا خدائی تعلیم و تلقین سے نہیں بلکہ خوف و عداوت کا ہے ایک

فطرت کا ارتقاء ہے دوسرا فطرت کی رحمت
اور منزل بالکل مختلف ہے ان میں روادا‘
نہیں ہے

دنیا میں انسان محض جینے نہیں آیا ہے اس
فطرت میں جو اعلیٰ صلاحیتیں ودیعت ہیں ان کو ارتقاء کے اس نقطۂ کمال
تک پہنچا دے جہاں تک وہ اس عالم آب و گل میں پہنچ سکتی ہیں اسی مقصد
کے لئے انسان کو دنیا میں جینے کی ایک مہلت ملی ہے اگر یہ مقصد پورا
نہ ہو رہا ہو تو اس کا جینا لاحاصل اور اس کا زندہ رکھنا عبث ہے اور
قدرت جو ہر گوشہ میں اسی حکیم ہے وہ ایک کار عبث نہیں کر سکتی انسان
کے ارتقائے روحانی کا نقطۂ آغاز جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے خالص
خدا پرستی کا جذبہ ہے جب انسان اس رخ پر بڑھ چلتا ہے تو وہ ارتقا
روحانی کی اصلی شاہراہ پر گامزن ہو جاتا ہے اگر اس نے اس سے
رخ پھیر لیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ارتقائے فطری کی راہ کے خلاف
چلا ہے چونکہ قدرت حد درجہ مہربان ہے اس لئے فطری ہدایت
ملنے کے باوجود اس کا سامان کیا ہے کہ وہ ایسے انبیاء و رسل بھیجے
جو انسانوں کو ان کے ارتقاء کی صحیح سمت میں ہانکتے ہیں یعنی ان کو
خالص خدا پرستی کے نقطہ تک لانے کی کوشش کرتے ہیں وہ جس جماعت
کے داعی ہوتے ہیں اس کے مکمل فطرت کے بہترین مظہر ہوتے ہیں بہترین
سیرت رکھتے ہیں بہترین کلام سناتے ہیں، بہترین عمل دکھاتے ہیں اور

الغاں کا تصور پیدا کیا جس نے ربی کرکے ایمان دی الغرلی اور رکوہ کی شکل اصبار کرلی جس طرح روح انسانی کا ارتقا شروع ہوا اور حقوق اللہ کی ادائگی کے تصور نے تمام عقائد و عبادات کو استوار کیا اور حقوق العباد کی ادائگی کے تصور نے تمام اخلاق و معاملات کو استوار کیا۔ یہ صراط اور ہدایت کی صراط مستقیم ہے۔ یہی ارتقا روح کی اصلی شاہراہ ہے اس کے اس سرے پر ابو ما آدم علیہ السلام ہیں اور دوسرے پر خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم اور اس کے بیچ میں وسط راہ پر حد کے ہزاروں لاکھوں انبیاء و رسل اور دعاۃ حق تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے کھڑے ہیں انھوں نے اپنے اپنے زمانہ میں اسی راہ پر چلنے کی دعوت دی لیکن انسان بار بار اس راہ پر آکر اس سے منحرف ہوتا رہا اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں خرابی پیدا کرتا رہا حتیٰ کہ ہر نبی کو کہنا پڑا کہ (لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا) زمین کی اصلاح کے بعد اس میں خرابی مت پیدا کرو

شرک کا اصلی سبب

پچھلی فصل میں یہ بات نہایت وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ انسان کی فطرت کے اندر ایک منعم حقیقی کی محبت اور اس کے حمد و شکر کا جذبہ سب سے زیادہ قدیم اور سب سے زیادہ راسخ ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم سے اسی ربوبیت کا اقرار لیا ہے اور ہر انسان نے بلیٰ کہہ کر اس عہد و اقرار میں شرکت کی ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ
(۱۷۲) — اعراف

اور یاد کرو جب لیا تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اور ان کو گواہ ٹھہرایا ان کے اوپر کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں بولے ہاں ہم گواہ ہیں۔ اس لئے کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔

بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ کیا معلوم اس قسم کا کوئی عہد ہوا ہے نہیں تو پھر اس الست بربکم کی کوئی خبر ہے۔ اس طرح کی یہ دونوں باتیں محتاج ثبوت ہیں بالخصوص جب کہ اس کی اہمیت اس درجہ ہے کہ قیامت کے دن بہر شکل یہ عہد بنی آدم پر حجت ہوگا۔ لیکن حرف یہ ہے کہ لوگوں کو کیا بات نہیں معلوم ہے ایک انسان پانی کی ننھی بوند کی شکل میں ماں کے پیٹ میں پڑا ہے ماں نہیں معلوم کیسے مصائب جھیل کر اور کیسے دکھ اٹھا کر نو مہینے اس کو پیٹ کے اندر پالتی ہے اپنے گوشت و خون سے اس کی پرورش کرتی ہے پھر جان کی بازی کھیل کر ایک مضغۂ گوشت کی صورت میں اس کو جنتی ہے پھر اپنے جسم کا ایک ایک قطرۂ خون دودھ بنا کر اس کو پلاتی ہے اور برسوں کی جانکاہیوں کے بعد اس کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ زمین پر چل پھر سکے اس کے بعد باپ کے ایثار اس کی مشقتیں اور اس کی عرق ریزیاں

اور پرورش و نگہداشت کا دور آتا ہے جو ایک طویل عرصہ تک جاری
رہتا ہے اس عرصہ میں باپ جو کچھ اپنے لئے چاہتا ہے اس سے زیادہ
بچہ کے لئے چاہتا ہے وہ خود کم کھاتا ہے تاکہ اس کو کھلائے وہ تکلیف
اٹھاتا ہے تاکہ بچہ کو آرام پہنچے وہ اپنی جان جوکھم میں ڈالتا ہے تاکہ بچہ
خطرہ سے محفوظ رہے ماں باپ کی محنتوں، مشقتوں اور جاں نثاریوں کا
یہ سلسلہ ہے جو ایک بچہ کو پال کر جوان بناتا ہے اگر اس میں سے ایک
کڑی بھی ٹوٹ جائے تو بچہ کی زندگی ہی خطرہ میں پڑ جائے اب
فرض کیجئے، بچہ جوان ہوا اور والدین بڑھاپے کو پہنچے اب یہ محتاج
ہیں اور وہ مستغنی لیکن بیٹا ان کا کوئی خیال نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص
اس کو والدین کے حقوق و فرائض یاد دلائے تو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے
نہیں معلوم کہ ماں باپ کے کچھ حقوق و فرائض بھی ہیں مجھے اس قسم کے
کسی فرض یا ذمہ داری کی کوئی خبر نہیں میں نے اس قسم کے حق کا کبھی
اقرار نہیں کیا ہے تو ہر شخص ایسے بیٹے کو کمینہ اور لئیم کہے گا کیونکہ وہ
ایک ایسے حق اور ذمہ داری کا انکار کر رہا ہے جس سے زیادہ
ثابت اور مسلم ذمہ داری کوئی نہیں یہ ذمہ داری ہر استحقاق کے ساتھ
لگی ہوئی ہوتی ہے۔ بلا تحریر کے اور بغیر گواہی کے ثابت اور بغیر
سٹامپ کے مسلم ہے یہ استحقاق (PREVILEG) اور ذمہ داری
(RESPON BILITY) کا فطری عہد ہے جس سے زیادہ انسان کو کوئی
عہد بھی یاد نہیں۔

اسی مباد پر ایک انسان اس عورت کے لئے ماں بعد اور حفاظت
ورثہ کا حق تسلیم کرتا ہے جس سے منع ہوتا ہے اسی مباد پر آدمی پر اسے
خاندان اور قبیلہ کی حفاظت و نصرت کے فرائض عائد ہوتے ہیں اسی
مباد پر ایک شہری میونسپلٹی شہریوں کی کمائی میں حصہ دار ہوتی ہے اسی مباد
پر ایک سلطنت اپنی رعیت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اسے علم و فلسفہ
ذہن اور آزادی اور جان و مال میں اس کو شریک کریں اور اگر سلطنت
کا وجود کسی خطرہ میں پڑ جائے تو اس کے بچاؤ کے لئے سب کچھ قربان کریں
اب فرض کیجئے ایک شخص ایک عورت کی حرمت کا مالک بن بیٹھا ہیں پہا
کے ماں بعد کی ذمہ داری اور اس کے حقوق و فرائض سے انکار کرتا ہے
اور کہتا ہے کہ میں نے اس قسم کا کوئی اقرار نہیں کیا ہے یا ایک شہری
میونسپلٹی کی سڑکوں پر چلتا ہے تو ہے اس کے حفظان صحت کے انتظام
سے فائدہ تو اٹھاتا ہے اس کے مارکوں اور حمسوں سے متمتع ہوتا ہے
اس کی جلائی ہوئی لالٹینوں سے روشنی تو حاصل کرتا ہے اس کے قائم
کئے ہوئے مدرسوں سے منتفع تو ہوتا ہے لیکن جب اس کے مطالبات
کا وقت آئے تو کہدے کہ میں اس قسم کی کوئی ذمہ داری نہیں تسلیم کرتا
یا اسی طرح ایک آدمی ایک سلطنت کے اندر شہریت کے جملہ حقوق سے
متمتع ہو رہا ہے اس کے امن و عدل سے فائدہ اٹھا رہا ہے اس کے
قانون اور نظام کی بدولت وہ ایک ملکیت کا مالک ایک بیٹے کا باپ
ایک بیوی کا شوہر ایک سلطنت کا شہری ہے لیکن جب سلطنت کے

مطالبات کا وقت آئے تو وہ جواب دے دے کہ میں اس مطالبہ کی ذمہ
داری سے بری ہوں میں نے اس قسم کے بار اٹھانے اور اس قسم کی جوکھم
میں پڑنے کا کبھی اقرار نہیں کیا تھا تو کیا اس کا یہ جواب صحیح ہوگا کوئی کہے
گی یہ عذر غلط ہے جس دن تو نے میری حرمت پر ارادہ تصرف کیا اور
میں نے اپنا جسم تیرے سپرد کیا اسی دن تو نے ان ساری ذمہ داریوں کے
لئے مجھ سے ایک میثاق غلیظ لیا ہے اور دنیا جلن بیوی کو برحق اور
شوہر کو لئیم اور کمینہ قرار دے گی یہی سزا ایک فیصلہ ایسے بزدل اور حق
ناشناس فرد کو دے گا۔ یہی سزا ان سوسائٹی ایسے مادر پدر شہری کو
اور ایک حکومت ایسے نمک حرام باشندہ کو دے گی۔ اور تمام دنیا اس سزا
کو بالکل جائز اور واجبی قرار دے گی۔ کیونکہ ہر استحقاق کے ساتھ ذمہ
داری کا لزوم اس قدر بدیہی ہے کہ آسمان کا سورج بھی اتنا بدیہی نہیں
ہے یہاں تک کہ اسی استحقاق اور ذمہ داری کے فطری اور ہمہ گیر قانون کی
بنا پر ہمارے گھر کی پلی ہوئی مرغی ہمارے تھان پر بندھی ہوئی گائے اور
گھوڑے ہمارے چمن میں لگے ہوئے پھول اور ہمارے باغ میں اگے ہوئے
درخت کے بھی ہم پر حقوق ہیں اور ہم نہایت لئیم آدمی ہوں گے اگر
ان کا انکار کردیں ہم جس مرغی کے انڈے اور چوزے کھاتے ہیں لازم ہے
کہ بلیوں اور کتوں سے حفاظت کریں ہم جس گائے کا دودھ پیتے ہیں
اور جس گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں ہم پر حق ہے کہ ہم ان کے گھاس
اور دانے کے کفیل ہوں ہم جس پودے کے پھول سے معطر شام اور

جن درخت کے پھل سے لذت اندوز اور جن کے کام آتے ہیں ہم پر واجب
ہے کہ ان کو سینچیں اور گوڑیں اور رکھا دیں اور سردی کی آفتوں اور لو کی
صدموں سے بچائیں۔ ہم ان کے حقوق کا انکار نہیں کر سکتے ہم نے جس
دن ان کے وجود سے کسی قسم کی لذت و راحت حاصل کی اسی دن ان
کے حقوق کا اقرار کیا ہے یہ استحقاق اور ذمہ داری کا عہد ہے جو ہر نافع
اور منتفع میں از خود واقع ہو جاتا ہے اور انسان کی فطرت اور دنیا کے
عرف میں اس سے زیادہ کوئی چیز اہم اور واجب الاحترام نہیں اب
غور کرو کہ جب ہم کو ماں باپ کے حقوق سے انکار نہیں ہے تو ان سے
کہیں بڑھ کر اس کا حق ہے جس نے ماں باپ کو بھی بنایا ہے جب
ہمارے لئے رسومی کے حقوق سے انکار کی گنجائش نہیں ہے تو اس کے حق
سے کیسے انکار ممکن ہے جس نے مرد کی سکونت کے لئے عورت کو وجود
بخشا جب ہم خاندان اور قبیلہ بادشاہ اور سلطنت کا حق مانتے ہیں اور
اس کو ایک معاہدہ عمرانی کا درجہ دیتے ہیں تو وہ جس نے خاندان اور
قبیلہ کو وجود بخشا جس نے بادشاہ اور سلطنت کی شیرازہ بندی کے لئے
انسانی فطرت کے اندر عصبیت کی حس پیدا کی اور اجتماعیت پسندی کی سرشتگی
رکھی ان سے کہیں بڑھ کر اس بات کا حقدار ہے کہ ہم اس کے عہد دوست
!! وفادار ہوں جب ہم مرغی اور بلی تک کا حق مانتے ہیں گائے گھوڑے تک
سے ایک مانوس معاہدۂ استحقاق اور ذمہ داری کا اعتراف کرتے ہیں
تو انسان کے عہد سے ہمیں کیوں انکار ہو جس نے گائے اور گھوڑے

دشت و چمن دریا اور پہاڑ سورج اور چاند ہیں اور پانی آگ اور مٹی سب کا
وجود تھا اور سب کو ہماری ہستی کے تمام کے لئے سازگار اور نفع رساں بنایا۔[له]
پس یہ بات بالکل غلط ہے کہ انسان کو اس عہد کا علم نہیں ہے البتہ یہ ضرور
ہے کہ اس عہد سے عہدہ برآ ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے ہم تفصیلی شکل میں
بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اپنی محبت اور طلب کا جوہر
دے کر اس کی راہ میں خوف اور طمع رغبت اور رہبت کے بہت سے
عقبات ڈال دیئے ہیں تاکہ اس کے اختیار و آزادی کا امتحان ہو اور
ہر شخص اپنی ہمت و قابلیت کے اعتبار سے خدا کے یہاں درجہ اور عزت
حاصل کر سکے یہی عقبات ہیں جو طالب صادق اور بوالہوس کے درمیان
امتیاز کی کسوٹی ہیں جو اہل ہمت ہیں وہ ہر پست و بلند اور سہل و صعب
کو طے کرتے ہوئے خدا تک پہنچ کر ہی دم لیتے ہیں نہ راہ کے کسی خطرہ کی
پرواہ کرتے اور نہ کسی طمع کی طرف ملتفت ہوتے، وہ اسی فطرت کی صدائے
حق سنتے ہیں اور اس کی کشش انہیں اتنی مہلت ہی نہیں دیتی کہ وہ طمع
کے آلوں اور کانٹوں کی طرف اور خوف کا خیال کر سکیں لیکن جو پست ہمت
اور بلید ہوتے ہیں وہ ان عقبات میں سے کسی عقبہ کے پاس ہمت ہار کر
بیٹھ جاتے ہیں یہی وہ بات ہے جو درحقیقت عمر انسانی کی بندگی کا اصلی

له یہاں اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ گویا ہم اس شخص کی مثال جو ہے دی گئی
ہے وہ خدا کی نعمتوں سے فائدہ تو اٹھاتا ہے لیکن اس کے لئے قربانی نہیں کرتا۔

سب ہے اور یہ سب خودی ہے یعنی انسان اسے
کا حال نہیں کرتا اور جہاں کوئی گھٹن خواہش اگوئی حظ یا فر
کرلی کر میٹھ جاتا ہے یہ دبارت جن گو باگوں شکلوں میں ظاہر ہوئی ہے اچھی
بہت طویل ہوگی ہم ذہن میں اس کا تصور پیدا کرنے کے لیے صرف
اجمالی ذکر کرنے پر کفایت کریں گے سب سے پہلے اس بات پر غور کیجئے کہ
انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس کی ذات کے اندر ایک چھوٹی سی بادشاہی
بخشی ہے اس کے وجود کی تعمیر اس طرح فرمائی کہ اس کو بہترین داخلی
اور بیرونی دولت سے آراستہ کیا اس کو کھانے پینے اوڑھنے بچھونے بیوی
بچے گھر گرہستی کی خواہشیں دیں تاکہ ان خواہشوں کی تحریک سے وہ اپنی
ذات اور بقائے نوع کی مانگوں کو روبہ کار لا سکے اس کو عقل
عطا فرمائی جو خیر و شر میں امتیاز کرنے والی ہے دل عنایت فرمایا جو بلند
ارادوں کا مخزن ہے روح عنایت فرمائی جس میں اپنی طلب اور جستجو ودیعت
کی اور ان سب پر اس کو اختیار رکھا کہ وہ ان سب پر حکومت کرے اور ان کو
اپنے رب کی رضا کی راہ میں استعمال کر کے خدا کے یہاں بلند سے بلند تر مرتبہ
حاصل کرے لیکن اس نے دیکھا کہ اس کو جس چیز میں لذت ہے ان میں خواہش
سب سے زیادہ لذیذ ہیں ان کی لذت نقد اور ان کا نفع عاجل ہے بس
وہ ان کا اس درجہ گرویدہ ہوا کہ اس نے اپنی ساری سلطنت ان کے
حوالہ کر دی اس نے اپنے حواس خمسہ کو حکم دیا کہ وہ خواہشوں کی اطاعت
کریں اور جو کچھ انہیں مطلوب ہے صرف اسی کی تلاش میں اسے آسا کو

سرگرم رکھیں۔ اس نے عقل کی عدالت معطل کر دی تاکہ ان خواہشوں کے خلاف
کوئی مرافعہ نہ ہو سکے اس نے دل کو بھی ان خواہشوں ہی کے تصرف میں
دے دیا نتیجہ یہ ہوا کہ بس وہ لطف و فرح کا بندہ بن کے رہ گیا اس کی حالت
اس بادشاہ کی ہو گئی جو اپنی کسی لونڈی پر اس درجہ فریفتہ ہو جائے کہ اپنے
آپ کو اور اپنی پوری مملکت کو اس کے ہر دہی کے حوالہ کر دے اور اس کی سلطنت
کے تمام شرفا و علما وزراء و مدبرین ملک و اعیان سلطنت اس لونڈی کے
غلام بن کے رہ جائیں یہ اتخذ الٰہہ ھواہ[لا] کی صورت ہوئی
اور ظاہر ہے کہ یہ انسان کی فطرت نہیں بلکہ اس کی ذہانت کا نتیجہ ہے۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ نے باپ ماں دیئے، بیوی بچے بخشے خویش
و اقارب دیئے کنبہ خاندان اور قبیلہ و قوم کی جمعیت بخشی مال و جائداد
عنایت فرمائی جانوروں کے گلے دیئے تاکہ انسان ان کے امداد و اعانت کے
ذریعے سے اپنی ان مدنی و اجتماعی قابلیتوں کو بروئے کار لائے جو اس
کے اندر ودیعت ہیں اور اس مدنیت فاضلہ کی تخلیق کرے جس کا وہ خدا
کا خلیفہ ہونے کی وجہ سے اہل ہے لیکن انسان نے ان سارے وسائل
مقصد کو اصل مقصد بنا لیا وہ ماں باپ کی محبت میں ایسا مستغرق ہوا
کہ اس نے پدر پرستی کی بنیاد ڈال دی بیوی بچوں کی محبت میں ایسا گرفتار
ہوا کہ خدا اور اس کے حکموں کو بھول گیا، کنبہ خاندان اور قبیلہ کی عصبیت

[لا] کیا وہ جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے؟

میں ایسا نہیں گیا کہ ان کے لئے خدا اور اس کے رسولوں سے بغاوت کی یہاں تک کہ اس نعمت کے غلو میں اس نے آبا پرستی اور خاکی دیوتاؤں کی پرستش شروع کر دی وہ مال و جائیداد کے عشق میں ایسا مبتلا ہوا کہ انہی کو معبود خیال کرنے لگا حد یہ ہے کہ جن جانوروں کو اس نے تابع بنایا ان کو بھی اس نے دیوتا بنا لیا گائے بیل ہاتھی، گھوڑے وغیرہ سب اسی طرح دیوتا بن گئے اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں بطور مرکب اسے عنایت کیں ان کو اس نے راکب بنا لیا اور جو چیزیں بطور کمند کے دیں کہ ان کے سہارے بے حد اونچ تک پہنچ سکے ان کمندوں کو اس نے اپنے پاؤں اور اپنی گردن میں پھندا بنا کر ڈال لیا۔

اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں ایسی بخشیں جو انسان کے لئے بکثیر نفع ہی نفع تھیں اسی نفع رسانیوں کے عوض میں، بیوی بچوں، نوم و قبیلہ ، گائے گھوڑے کی طرح آدمی سے کسی حق اور ذمہ داری کا مطالبہ نہیں کرتی تھیں مثلاً سورج، چاند ستارے، زمین فرح اور، ہوا آگ پانی، زمین، دریا پہاڑ، فضا کی چڑیاں وغیرہ، اس لئے کہ انسان ان کے وجود سے متمتع ہوا اور ان کے حقوق کی ذمہ داری سے بالکل بے فکر رہ کر اپنے اوقات صرف رضائے مولیٰ کے کاموں میں مشغول رکھ سکے لیکن انسان نے جب دیکھا کہ اسے نافع ہونے کے باوجود یہ اس سے کسی عوض کے طلب گار نہیں ہیں تو ان کی اس بے غرض رسانی پر ایسا رکھا کہ ان میں سے ہر ایک کو اس نے معبود کا درجہ دے کر اس کی عبادت شروع کر دی

مسیح علیہ السلام اور بہت سے اولیاء و مسائخ اسی طرح خدا کے شریک بنائے گئے۔

اسی طرح سیاسی و معاشرتی اغراض دینیہ بھی اکثر شرک و بت پرستی کے باعث ہوئے۔ قدیم تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی قوموں نے دوسری قوموں کے سب محض ان کے ساتھ سیاسی تعلقات استوار رکھنے کے لئے پوجے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ فاتح قوموں نے مفتوح قوموں کی دل جوئی کے لئے ان کے بتوں کو اپنے معبدوں میں جگہ دی۔ ہندوستان میں اکبر نے اسی مقصد سے بہت سی حسینہ الحرکتیاں کیں۔ قریش نے خانہ کعبہ کو تمام قبائل عرب کے بتوں کا معبد اعظم بنا دیا تاکہ اس طرح تمام قبائل عرب پر اپنی سیادت قائم رکھ سکیں۔ بنی اسرائیل کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی اکثر اس قسم کے رذیل مقاصد کے لئے پڑوس کی مشرک قوموں کے بت پوجے اور یہ تو ان کی تاریخ کی ایک عام حکایت ہے کہ انھوں نے مشرک قوموں کی عورتوں سے شادیاں کیں اور ان کے ساتھ ان کے اصنام اور ان کے مشرکانہ عقائد و رسوم بھی اپنے گھروں میں لائے اور پھر ان سے جو مفاسد پیدا ہوئیں وہ بھی لازماً شرک پر منتج ہوئیں۔ مسلمانوں پر انگریزوں اور مغربی قوموں کے علم اور تہذیبوں کے ساتھ اشتراک و ارتباط کی وجہ سے جو اثرات پڑے پڑ رہے ہیں (اور اگر حالات نہ بدلے تو) پڑیں گے وہ ہر واقف حال کے سامنے ہیں۔

یہ چند مثالیں طبع و رعنعت کے عقبات کی بیان ہوئیں اب چند
مثالیں عذاب حوف کی لیجئے

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں جو حشرات صرر ناک، خطرناک، ہلاکت
لطائف انسان نے ان کو بھی خدا کی خدائی میں سرمایہ مانا انسان
اپنی نے اعتدالیوں گندگیوں اور کاہلیوں کی سزا کے طور پر بیماریوں میں
مبتلا ہوا یہ اس لئے کہ انسان اعتدال، طہارت اور مستعدی کے اس نقطہ
خیال تک ترقی کرے جو اس کے جسم لعوم میں سد کئے جانے کا مقتضی ہو
مگر انسان کے نفس پر اعتدال کی پابندیاں، صفائی کی احتیاطیں اور
مستعدی کی زحمتیں شاق گذریں اس نے سہولت اسی میں دیکھی کہ ان
بیماریوں کے اندر روحیں مان کر ان کی دہائی دینے لگا اور ان کو نذریں اور
قربانیاں پیش کرنے لگا اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کسی شخص کو کسی پتھر
سے ٹھوکر لگ جائے اور وہ بجائے اس کے کہ آئندہ آنکھیں کھول کر چلے
اور جلد بازی سے احتراز کرے، ٹھوکر لگانے والے روڑے کے پاس
ایک معبد بنا کے اس کے سامنے ڈنڈوت شروع کردے تاکہ شخص کے
کپڑے میں جوئیں پڑ جائیں اور اس کو سائیں لگیں نہانا اور کپڑے دھونا اس کو
شاق ہو وہ ان کے رفع کرنے کی یہ تدبیر کرے کہ ہر صبح کو ان کی جے پکارنے لگے
اسی طرح انسان نے دیکھا کہ سانپ ڈستے ہیں کچھو ڈنک مارتے
ہیں شیر بھیڑیے پھاڑ کھاتے ہیں خدا کی ان مخلوقات میں جہاں اور بہت
سی حکمتیں ہیں وہاں ایک بہت بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ یہ انسان کو تدبیت

اجتماعیت اور بطافت کی اعلیٰ قابلیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے محرک کا کام
دیں کہ وہ جنگلوں کو صاف کرکے میدان بنائیں پہاڑوں کو تراش کر گھر
بنائے انفرادی زندگی کو ترک کر کے مدنی و اجتماعی زندگی اختیار کرے اور
اپنے دشمنوں کو دفع کرنے کی اعلیٰ عقلی و جسمانی قابلیتوں کو فروغ دے اگر یہ
درندے اور اژدھے نہ ہوتے تو انسان خود بھی درندوں کے بھٹوں اور
اژدہوں کے غاروں میں رہنے والی ایک مخلوق بن جاتا۔ اور مدنیت کے یہ
سارے جلوے جو آج نظر آرہے ہیں ظہور میں نہ آتے لیکن جن انسانوں کو
یہ مدنی حقائق معلوم نہ ہوئے اور وہ جس حال میں تھے اسی میں انھوں نے رہنا چاہا
انھوں نے ان جنگل کے دیوتاؤں کی پرستش شروع کردی کہ اس طرح انکو
راضی رکھ کر ان کے خطرات سے مامون رہ سکیں ان کی مثال بالکل ایسی ہے
کہ کوئی کاہل الوجود انسان کسی گندی جگہ میں گھر گیا ہو یا کسی دھوئیں بھرے
ہوئے مکان کے اندر بند ہوگیا ہو اور اس کی قوت شامہ اور اس کے سانس کا
دباؤ اسے مجبور کرے کہ وہ باہر کسی کھلے میدان میں اور تازہ ہوا میں نکلے
لیکن اس کی کاہلی اس سے مانع ہو اور وہ غلاظت کے ڈھیر یا دھوئیں کی عبادت
شروع کردے کہ اسے غلاظت کی روح ناراضی سے دھوئیں کے دیوتا مجھ
پر رحم کھاؤ تمہاری دہائی ہے۔

اسی طرح قدرت نے جو ہر کوشہ میں رحیم و مہربان واقع ہوئی ہے
کبھی کبھی اپنے عدل کے پہلو کو نمایاں کرنے کے لئے سرکشوں کو ہلا دیا کبھی پہاڑوں
سے آگ برسادی، کبھی ہواؤں کو طوفان بنا دیا کبھی آسمان سے بجلیاں گرادیں

اگا انسان خدا کی رحمت کے مزہ میں اس کے عدل کو یہ بھول بیٹھے ملکہ اس کی نعمت کو بھی یاد رکھے کہ اگر اس میں طغیان پیدا ہوا تو خدا ان ہی حیر دل میں ہے حواس کی نفع رسانی کے لئے ہر وقت سرگرم کار ہیں جس چیز کو چاہے گا اس کے لئے سرکس بنا دے گا لیکن انسان بجائے اس کے کہ ان باریاں کے ذریعے خدا کی طرف بھاگے وہ ان بار ماںوں ہی کی طرف بھاگا اور جس طرح اس نے نعمتوں کو منعم کی حیثیت دے دی تھی اسی طرح اس نے نعمتوں کو ستم کا درجہ دے دیا اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک بادشاہ جس نے اپنی رعیت کو ہر طرح کا امن دچین دے رکھا ہے کبھی کبھی اپنی افواج قاہرہ کا مظاہرہ کرے کہ رعایا یاد رکھے کہ جس بادشاہ کے پاس امن دراحت کے یہ سامان ہیں اس کے قبضہ قدرت میں یہ دہشت و عذاب کی یہ فوجیں بھی ہیں لیکن رعایا یہ کرے کہ ان فوجوں ہی کو بادشاہ سا کر ان ہی کی تعظیم وبندگی کرنے لگے۔

اسی اصول پر وہ لوگ بھی معبود بن گئے جن کو ان کی سرکشی اور طغیان کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس لئے مہلت دی کہ وہ اسی اصل معبود کو پہچان جائیں مزاں گے درلہ سے ان لوگوں کی جانچ ہو سکے جو ان سے کسی دعوت سے دوچار ہیں کہ وہ اسی روح کے عہد پر قائم رہتے ہیں یا اسے جسم وجس کے معاوضہ پر اس عہد کو قربان کر دیتے ہیں اس زمرہ میں شیاطین الانس اور شیاطین الجن دونوں شامل ہیں اور دنیا کی پوری تاریخ یہ بتاتی ہے اہل ثبت ابتلا مان ہے قارون یا ہامان فرعون ابولہب ابوجہل اور دنیا کے تمام

جبارہ و شیاطین اس ناؤں کی ایک صف میں ہیں اور نوح ابراہیم موسیٰ
محمد علیہم السلام اور انکے تمام صالح اور مخلص و موحد بندے اس کی دوسری
صف میں۔ یہ کشمکش ابد سے جاری ہے اور ناؤں الٰہی کے مطابق ابد
تک جاری رہے گی کیسے بس جو اسی روح کے تقاضا کو جانتے ہوئے کسی
طمع یا کسی اندیشہ سے ان جبارہ اور طاغوتوں ہی کی عبادت شروع کر دیتے
ہیں اور انہی کا کلمہ پڑھنے لگے ہیں۔ لیکن کچھ خدا کے ایسے بندے بھی
نکلے ہیں جو کسی حال میں بھی اپنے خدا اور اپنی روح سے سرشار رہتے ہوئے
اور خدا کے عہد پر قائم رہتے اور دوسروں کو قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں
شر کے اس خوف نے شر پرستی کو ایک مستقل دین بنا دیا۔ زرتشتیوں
نے خیر و شر کے دو خدا قرار دے کر دونوں کی پرستش اختیار کی اور ہندوؤں
نے دنیاوی سلطنتوں کے ڈھنگ پر زندگی بخشنے والے زندگی کی حفاظت
کرنے والے اور زندگی لینے والے کی ایک تثلیث قائم کر دی۔ ایران
و ہندوستان کی قوموں میں زمانہ قدیم سے فلسفہ کا ذوق غالب رہا ہے
اس وجہ سے انھوں نے اسی حماقت پر فلسفہ کا روغن مل دیا ورنہ ان کا اصل
سبب بھی وہی دنیا رت ہے جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئی ہے اور
ہر شکل میں یکساں شرک انگیز اور گمراہ کن ہے تعجب ہے کہ ان قوموں
پر فلسفے کے علم کے باوجود کائنات کے اضداد کے اندر توافق کا
دائرہ واضح نہ ہو سکا حالانکہ اس کے ہر تضاد کے اندر وہی وحدت مقصد
مضمر ہے جو زوجین میں ہوتی ہے اور قرآن نے اس کو گوناگوں شکلوں

میں بیان کیا ہے جس کی تفصیل حقیقت توحید میں بیان ہوئی ہے۔

یہ چند مثالیں محض رہنمائی کے لئے بیان ہوئی ہیں آپ بستی
کی کوئی تاریخ اٹھا کر اس نقطۂ نظر سے پڑھ ڈالئے آپ پر یہ حقیقت واضح
ہو جائے گی کہ غیر اللہ کی طاعت و عبادت خواہ وہ مردہ خداؤں کی پوجا کی
شکل میں ہو یا زندہ خداؤں کی بندگی کی صورت میں، نتیجہ ہے صرف انسان
کی نادانی کا۔

اسی نادانی ہی کی ایک شکل تقلید اعمیٰ بھی ہے انسانوں کے ایک بڑے
حصہ نے نہ تو کبھی خود حقیقت پر غور کیا نہ دوسرے غور کرنے والوں اور
خدا کے بھیجے ہوئے بندوں کی دعوت پر غور کیا انھوں نے باپ دادا کو جس
ڈھرے پر پایا اسی پر آنکھیں بند کر کے چلتے رہے ان کو یہ کام بڑا مشکل
معلوم ہوا کہ باپ دادا کے رستہ سے کوئی الگ راہ نکالیں لیکن اگر انسان
جانور نہیں ہے بلکہ ایک عاقل اور صاحب اختیار و ارادہ مخلوق ہے تو
جانور بن جانا اور اپنی عقل کو معطل کر دینا اس کی نادانی ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے
یہ سطریں لکھتے وقت ہم اس امر سے غافل نہیں ہیں کہ دنیا میں بہت
سے ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جو طریقہ آباء کے اندھے مقلد نہیں تھے
انھوں نے روش قدیم میں بہت کچھ تبدیلیاں بھی کیں اور اپنے فکر و نظر
کے زور سے وقت کے رجحانات کا رخ پھیر دیا پھر ایسے بھی ہوئے جنھوں
نے اس راہ میں بڑی بڑی قربانیاں کیں بعض ہمت مردوں نے تو زہر کا
پیالہ تک پی لیا لیکن پھر بھی توحید کا راز ان پر نہ کھل سکا اور وہ اپنی ضلالتوں میں

بھٹکتے رہے جن میں ان کی پوری قوم بھٹک رہی تھی اس کی وجہ سے کہ ان
میں اکثر ایسے تھے جو سب سے عقبات طے کرنے کے باوجود قوم پرستی کے
عقبہ کو عبور نہ کر سکے اور توحید خالص تک پہنچنے کے لئے یہ شرط ہے کہ آدمی
کوئی تسمہ لگا نہ چھوڑے اور یہ سعادت یا تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام
کو حاصل ہوتی ہے یا ان لوگوں کو جو ان کی پیروی کی ہمت کریں اور اللہ تعالیٰ
کی طرف سے اس کی توفیق پائیں

اور ہم نے شرک کا جو سبب بیان کیا ہے قرآن مجید اور قدیم صحیفوں
سے اسی کی تائید ہوتی ہے قرآن میں شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے (ان الشرک
لظلم عظیم) ظلم عدل کا ضد ہے اس کے معنی ہیں کسی کی حق تلفی کرنا
اور ہم یہ بات تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں کہ انسان پر سب سے بڑا حق
اللہ تعالیٰ کا ہے پس اس کے حق میں کسی کو ساجھی قرار دینا لازماً سب سے
بڑے حق کو تلف کرنا ہے اس وجہ سے یہ ظلم عظیم ہوا اور حق تلفی کا دنائت
ہونا بدیہی ہے اور جس درجہ کی حق تلفی ہوگی اسی درجہ کی دنائت بھی ہوگی یہی
وجہ ہے کہ قدیم صحیفوں میں شرک کو چھنال عورت سے تشبیہ دی گئی ہے
خداوند خدا غیور ہے جس طرح تم یہ نہیں پسند کرتے کہ تمہاری بیوی غیر کی
بغل میں سوئے اسی طرح وہ نہیں پسند کرتا کہ اس کا بندہ غیر کی بندگی کرے
یہ تشبیہ بنی اسرائیل کے صحیفوں میں بار بار آئی ہے قرآن مجید کی پاکیزگی
نے اس تشبیہ کو بعینہ تو نہیں اختیار کیا لیکن اس کے مفہوم کو نہایت خوبی
کے ساتھ لیا ہے چنانچہ بعض جگہ قرآن میں مشرک اور زانی اور مشرکہ اور زانیہ

وایک ساتھ جمع کیا گیا ہے مثلاً سورہ نور میں فرماتا ہے الزانی لا ینکح الا
زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک وحرم
ذالک علی المومنین (زانی نکاح کرنے پائے مگر زانیہ یا مشرکہ سے
اور زانیہ سے نکاح کرے مگر کوئی زانی یا مشرک اور مومنوں پر یہ حرام کیا)
دونوں چیزوں کا ایک ساتھ اجتماع بغیر کسی اشتراک کے نہیں ہوتا اس اصل
کو سامنے رکھ کر آدمی جب غور کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شرک اور
چھنال عورت میں نہایت گہری اخلاقی مناسبت ہے چھنال عورت
اسے کہتے ہیں جو ایک مرد کے حبالۂ عقد میں رہتی ہے اس کو اپنی حرمت کا مالک
بناتی ہے اس سے نان نفقہ اور تمام حقوق حاصل کرتی ہے لیکن اس کے
باوجود شوہر کے حق اور اس کی حرمت میں ایک غیر مرد کو شریک کرتی
ہے ٹھیک یہی حال ایک مشرک کا ہے وہ خدا سے زوجیت کا اقرار کرتا
ہے یعنی کہہ کر اس کے ساتھ اسی بندگی کا عہد باندھتا ہے رہتا اس
کے گھر میں ہے کھانا اس کا کھاتا ہے پانی اس کا پیتا ہے کپڑے اس کے
دیئے ہوئے پہنتا ہے اور اس کے پاس جو کچھ بھی ہے سب اللہ تعالیٰ
کا عطیہ ہے لیکن اس کے باوجود وہ بندگی غیر کی کرتا ہے محبت کا دم
دوسروں کے لئے بھرتا ہے یہ اخلاقی حالت ایک زانیہ کی ہوسکتی ہے
یا ایک مشرک کی کیونکہ یہی دو بے وفائیاں ایسی ہیں جو ایک
دوسرے کے لئے نفسیاتی رشتہ کا کام دے سکتی ہیں یہی وجہ ہے کہ
مشرکوں کو قرآن نے خائن بھی کہا ہے اور خیانت عورت کی بے وفائی

اور عہد شکنی کے لئے سوئی رسالہ کا ایک مشہور لفظ ہے
یہیں سے یہ نکتہ بھی حل ہوگیا کہ قرآن مجید میں کیوں بار بار یہ آیت
آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری خطاؤں کو جس کے لئے چاہے گا معاف
کر دے گا مگر شرک کو نہیں معاف فرمائے گا ہر شخص جانتا ہے کہ ایک
شریف اور غیور شوہر اپنی بیوی کی ہر غلطی معاف کر دے سکتا ہے
لیکن اس کی بے وفائی کو ایک لمحہ کے لئے بھی معاف نہیں کر سکتا اگر
وہ ایسا کرے تو وہ دیوث کمینہ لئیم اور بے غیرت جانور ہے۔ جب
انسان کی غیرت کا یہ عالم ہے تو پھر اس کی غیرت کا تصور کون کر سکتا ہے
جس کے جمال غیرت کے ایک ادنیٰ پرتو سے یہ تمام عالم جمال عصمت و عفت
سے نورانی ہوا۔ وہ اس بندہ کو کیسے معاف کر سکتا ہے جس نے غیر
کی بندگی کا داغ اپنے دامن پر لیا ہے چنانچہ فرمایا ہے العزیز الجبار
المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون۔ اس آیت کے اسمائے حسنیٰ میں
سے خصوصیت کے ساتھ متکبر کی صفت پر غور کرنا چاہیئے اور پھر اس
بات کو دیکھنا چاہیئے کہ اس کے ساتھ ہی کس طرح شرک اور انداد سے
اپنی تنزیہ فرمائی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جو متکبر اور غیور ہے اور جس
سوا کسی کے لئے بھی کبریائی زیبا نہیں ہے اس کی غیرت دیگر کسی کی
شرکت کو گوارا نہیں کر سکتی۔
زنا اور شرک کی اسی مشابہت کی وجہ سے شرک کو جگہ جگہ زنا (زانیا)
کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور مشرکوں کو زانی کہا گیا ہے اور یہی بات

سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان خائنوں سے اپنے حرم کو پاک کرنے کا حکم دیا کہ خدا اپنے حرم میں رہنے حرمی گوارا نہیں کرسکتا اور یہی وجہ ہے کہ جو جماعت اس نجاست میں آلودہ ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کی زد میں آجاتی ہے یہاں تک کہ جو لوگ شرک کی شناعت سے واقف ہیں وہ پہلے سے اس قوم کی موت کا فیصلہ کردیتے ہیں جو شرک کے جرائم قبول کرلیتی ہے۔ قال

قد وقع علیکم من ربکم رجس وغضب اتجادلوننی فی اسماء سمیتموها انتم وآباؤکم ما نزل اللہ بها من سلطٰن فانتظروا انی معکم من المنتظرین ط

شرک سے خدا کے حقوق جس طرح تلف ہوتے ہیں یہ بالاجمال اس کا بیان تھا اب اس پہلو پر غور کیجئے کہ شرک خود اپنے نفس پر بھی سب سے بڑا ظلم ہے اور اس اعتبار سے بھی یہ دنائت اور رذالت ہی ہے اور معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو عزت بخشی ہے اور اس کو جو توقیر اور بالمعیشت عنایت کی ہیں اگر وہ دو ناتوانوں یعنی بچپن اور بڑھاپے کی بے چارگیوں کے درمیان گھری ہوئی نہ ہوتیں تو اس کے لئے دعوائے خدائی بھی ناموزوں نہ تھا اس کی طبیعت کے علاوہ اور تمام

لہ کیا تم پر تمہارے رب کی طرف سے رجس اور غضب نازل ہو چکا ہے کیا تم مجھ سے چند ناموں کے بارہ میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے ٹھہرا لئے ہیں اور جن کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری، تو تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں

کائنات پر اس کے شرف کا تقاضا یہی تھا کہ وہ کسی کی بندگی کرنے
کے بجائے خود معبود بننے کا خواہشمند ہوتا لیکن ان تمام عظمتوں کے باوجود
جب وہ دیکھتا ہے کہ نہ میں خود اپنے آپ کو اس دنیا میں لایا نہ یہاں اپنے
آپ کو رکھنے پر قادر ہوں اور نہ میں نے آسمان، زمین اور ان کے درمیان
کسی چیز کو بنایا نہ ایک لمحہ بھی جی سکنے کی بھی مجھے قوت حاصل ہے تو وہ
ضعف و عجز کے دلائل اور شکر و سپاس کے جذبات کے ساتھ ایک اللہ ہی
کے سامنے اپنی سپر ڈال دیتا ہے اور یہ وہ اس لئے کرتا ہے کہ ایسا کرنے پر
اس کو مجبور پاتا ہے۔ اس کے بغیر اس کی عقل مطمئن ہوتی، نہ اس کے دل
کو چین نصیب ہوتا، نہ اس کائنات کا معمہ حل ہوتا۔ یہ کر چکنے کے بعد اس
کے دل کی ساری پریشانیاں اور عقل کی ساری الجھنیں دور ہو جاتی ہیں اور
کائنات کے اسرار کو حل کرنے کے لئے وہ سر رشتہ مل جاتا ہے جس سے ساری گتھیاں
سلجھ جاتی ہیں۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اس ایک کے سوا کچھ
اور بھی ہیں جن کے آگے سر جھکانا ہے تو اس کا بار ثبوت اس کے ذمہ ہے
وہ تو یہ کہہ کر الگ ہو جائے گا کہ میرے علم و عقل نے یہ ایک کے آگے
پست ہونا اس لئے گوارا کر لیا کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ اور اس کے بارے
میں ہم اور تم دونوں متفق ہیں، باقی اس کے علاوہ جن کا تم ذکر کرتے ہو
ان کی دلیل تم لاؤ، مجھے خواہ مخواہ بہت سے خدا ماننے کا شوق نہیں ہے۔
میرے لئے تو ایک ہی رب و مولا بس ہے۔ جب کوئی غلام یہ نہیں پسند کرتا
کہ کئی آقاؤں کی غلامی کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالے تو میں یہ ذلت کیوں

کیوں گوارا کروں۔ ءَ اَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ
الواحد القهار (یوسف) ضرب اللہ مثلا رجلا فیہ شرکاء
متشاکسون ورجلا سلما لرجل هل یستویان مثلا
الحمد للہ بل اکثرهم لا یعلمون (زمر ۲۹)

لیکن خود ہی العطش کے انھوں نے اس کی کوئی قدر نہیں کی
اور خدا کی ملاقات کا رتبہ پاکر انھوں نے اسے حقیر سے حقیر جانا ہوں
اور اسے ہی جیسے انسانوں کو اپنا رب مانا اور اپنے نفس کی وہ
اہانت کی جس سے بڑی کوئی اہانت نہیں ہو سکتی ومن یہن اللہ
فما له من مکرم ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء ([illegible])
میں اسی زوال و دنائت کی طرف اشارہ ہے

مصنف کی دوسری کتابیں

۱ حقیقت توحید	عہر
۲ حقیقت نماز	۸؍
۳۔ ہمارے علماء کے فرعی اختلافات	(زیر طبع)
۴ تیسیر قرآن	(")
۵ ترجمہ قرآن	(")

دائرہ حمیدیہ، دہلی قرول باغ

(مطبوعہ جمال پریس دہلی)

تفسیر نظام القرآن

استاد امام مولانا حمید الدین فراہی کی اس
نے قرآن کی تمام مشکلات حل کر دی ہیں مولف
کا عنوان بحث بنایا گیا ہے پھر آیات اجمی کا نظم
سابق ولاحق سے سور کا ماول تراجع کیا گیا ہے اس
سد سور لے تمام مشکل اسالیب کو کلام عرب کی روشنی
میں بیان کیا گیا ہے اور سور کے فلسفہ و اسرار
و عوامض کو نہایت دل نشیں انداز میں بیان کیا گیا ہے

اس نظم البیان مصر کے بہت سے اجزا چھپ
چکے ہیں تفصیلات معلوم کرنے کے لیے ذیل کے پتہ
پر خط و کتابت کیجیے۔

دائرہ حمیدیہ قرولباغ، دہلی